

تکبیراتِ عید

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا .
اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ
الْحَمْدُ .

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَجَلُ،
اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ .

مومنوں کی مزدوری کا دن..... عید الفطر

مسلمانوں نے اپنے رب کی رضا کی خاطر رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس کی رضا مندی کی خاطر راتوں کا قیام کیا، صدقہ و خیرات کیا، بے سہارا، غریبوں اور یتیموں کے سروں پر ہاتھ رکھے، تلاوت قرآن کی اور اپنے سینے نور ایمان سے منور کیے۔ حفاظ قرآن نے مسجدوں میں نمازیوں کو نماز تراویح میں مصلے سنائے۔ یہ اللہ کریم کا خاص فضل و کرم ہے کہ تیس پاروں پر مبنی اور ہزاروں آیات پر مشتمل اللہ کریم کا قرآن ایک چھوٹے سے انسانی ذہن میں سما جاتا ہے اور پھر انسانی زبان میں جس روانی سے قرآن پڑھا جاتا ہے اور سامعین اسے جس دل لگی سے سماعت فرماتے ہیں۔ اللہ اللہ، یہ بھی خوش قسمت افراد امت کے لیے بڑا کارِ ثواب ہے۔

یہ راتوں کا قیام، دنوں کا روزہ، امور خیر کی انجام دہی، یہ افطاریاں اور سحریاں اور بے شمار مستحق افراد کی اعانت و خدمت کر کے اللہ کی رضا جوئیاں، یہ سب کیا ہے؟ یہ اُس رب کی رضا و خوش نودی حاصل کرنے کے لیے ہی تو ہیں، جو رب العالمین ہے۔

اب یہ ساری محنت جو اللہ کے مومن بندوں نے اپنے خالق، مالک، رازق اور عربی کو خوش کرنے کے لیے کی ہے۔ اب وہ اللہ رب العالمین ان بندوں کی خوشی کا بھی سامان کرنا چاہے تو وہ کرنے پر قادر ہے۔ اور جب اس کے مومن بندے اور بندیاں کھلے میدانوں میں بغرض نماز عید و دعائے مغفرت کے لیے جمع ہوں گے تو اللہ کریم اپنے بندوں کو دیکھ کر اپنے ملائکہ (فرشتوں) میں ضرور اعلان فرما رہا ہوگا۔ کہ اے میرے فرشتو! آج میرے یہ بندے اور بندیاں اس میدان میں کیوں جمع ہیں؟ انہوں نے پورا رمضان المبارک عبادت میں کیوں گزارا ہے؟ بتاؤ اس مزدوری پر میں انہیں کون سا اجر عطا کرنے والا ہوں؟ اور ان مزدوروں کی مزدوری کیا ہے؟ یقیناً فرشتے یہی جواب دیں گے۔ اے اللہ! تو ہی بہتر جانتا ہے۔

تو یقین رکھیں کہ اگر اللہ کریم اپنے بندوں سے یہ فرما دے کہ اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ، آج میں نے اپنے ان بندوں کی مزدوری اس طرح ادا کر دی ہے کہ میں نے ان کو مغفرت سے نوازا دیا ہے۔

اللہ اکبر! یہ مزدوری اور یہ ہے اس کا انعام یعنی بخشش۔

اللہ کریم ہم سب کو اس بخشش سے فیض یاب فرمائے۔

اللہ کریم ہمیں، ہمارے والدین، ہمارے اساتذہ کو بخش دے اور مومن عزیز و اقارب و تمام مومنین و مومنات کی مغفرت فرما دے۔

ہم کو جس طرح عبادت کرنا چاہیے تھی، نہیں کر سکے۔ اللہ ہماری کمی کو تا ہی معاف فرما دے۔

اے اللہ! ہماری خطائیں معاف کر کے نیکیوں میں اضافہ کر دے۔ آمین یا رب العالمین (محمد سلیم چنیوٹی)

فہرست

	تکبیراتِ عید	❁	جواہر پارے	❁
	مومنوں کی مزدوری کا دن عید الفطر	❁	کلمہ طیبہ	❁
2	(نعیم الحق نعیم)		اداریہ	❁
4	(مولانا ارشاد الحق اثری)		درس قرآن	❁
	تفسیر سورۃ فاطر (۲۶)		درس حدیث	❁
8	(حافظ محمد اشرف سعید)		افتاء	❁
10	(مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی)		احکام و مسائل	❁
16	(عبدالرحیم بلستانی)		فضائل و اعمال	❁
22	(حضرت مولانا محمد اسماعیل سلنی)		عبادات	❁
24	(پروفیسر سید ابوبکر غزنوی)		عبادات	❁
27	(مولانا عبدالکحیم سیف)		تبصرہ کتب	❁
31	(محمد اسحاق بھٹی)		شعر و ادب	❁
	خیمہ وجود			

حکمرانوں کا مقصود کون سی خوش حالی ہے؟

ایمانی خوش حالی یا استدراجی خوش حالی؟

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوش حالی دو قسم کی ہوتی ہے: ایک حقیقی خوش حالی جو اللہ کی پسندیدہ ہوتی ہے جسے ایمانی و اسلامی خوش حالی بھی کہا جاسکتا ہے اور دوسری ظاہری و مصنوعی خوش حالی جو اللہ کی ناپسندیدہ ہوتی ہے۔ اللہ کی ناپسندیدہ خوش حالی کو استدراجی خوش حالی بھی کہا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ یہ خوش حالی انسان کو تدریجاً (آہستہ آہستہ) تباہی و بربادی کی طرف لے جاتی ہے۔ استدراجی خوش حالی وہ ہوتی ہے جو کافروں اور اللہ کے نافرمان بندوں کو حاصل ہوتی ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے جرائم کی فہرست مزید طویل ہو جائے تاکہ انہیں زبردست اور عبرت ناک قسم کی سزا دی جاسکے۔ استدراجی خوش حالی بندے پر اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کی علامت ہوتی ہے جب کہ بندہ اس زعم باطل میں گرفتار ہوتا ہے کہ اگر اللہ اس پر راضی نہ ہوتا تو اسے دنیا میں خوش حالی کیوں عطا کرتا، بلکہ اس سے بڑھ کر وہ اس خام خیالی میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے کہ اگر قیامت کسی دن چارونا چار قائم ہوئی گئی تو میرے مقدر میں وہاں بھی خوش حالی ہی ہوگی۔

﴿وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ﴾ (خم السجدہ: ۵۰)

”میرے خیال میں تو قیامت قائم نہیں ہوگی۔ اور اگر مجھے اپنے رب کی طرف لوٹا ہی دیا گیا تو اس کے ہاں بھی مجھے خوش حالی ہی ملے گی۔“

﴿وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُطَمِّلُ لَهُمْ خَيْرٌ لَّا أَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُطَمِّلُ لَهُمْ لَيْزًا دَاوُوا إِنَّمَا ۖ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝﴾

”اور کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ انہیں ہم جو ڈھیل دے رہے ہیں وہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ ہم تو انہیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ ان کے گناہوں میں اضافہ ہو جائے۔ اور ان کے لیے رسوا کن عذاب مقرر ہے۔“ (آل عمران: ۱۷۸)

﴿سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”ہم انہیں تدریجاً اس طرح ہلاکت کی طرف لے جائیں گے کہ انہیں معلوم ہی نہیں ہوگا۔“

﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً﴾ (الانعام: ۱۴۴)

”پھر جب وہ اس نصیحت کو جو انہیں دی گئی تھی بھول گئے تو ہر شے کے دروازے ہم نے ان پر کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں سے جو ان کو دی گئی تھیں خوش ہوئے تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا۔“

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں استدراجی خوش حالی کو بڑی آسانی کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔ اس خوش حالی کے حامل لوگ عام طور پر دلی اطمینان اور روحانی سکون سے محروم رہتے ہیں۔

اس کے برعکس حقیقی و ایمانی خوش حالی وہ ہوتی ہے جو کسی قوم کو ایمان، اعمال صالحہ، تقویٰ اور اقامت دین کی بنیاد پر عطا کی جائے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ﴾ (الاعراف: ۹۶)

”اور اگر (گزشتہ) بستیوں والے ایمان و تقویٰ کی زندگی اختیار کر لیتے تو ہم یقیناً ان پر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔“

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَ الْإِنْجِيلَ وَ مَا أَنزَلْنَا إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَآ كَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِن تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ﴾ (المائدة: ۶۶)

”اور اگر وہ لوگ (اہل کتاب) تورات و انجیل کی اس چیز کو جو ان کی طرف نازل کی گئی قائم کر لیتے تو ان کو کھانے کو ملتا ان کے اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے۔“ یعنی ان کو حقیقی خوش حالی مل جاتی۔

قرآن کریم میں اس کے علاوہ بھی بے شمار مقامات پر یہ حقیقت بیان ہوئی ہے کہ جو لوگ اللہ کے دین کو قائم کر لیتے ہیں اور ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ان کو حقیقی آسودگی اور خوش حالی عطا کر دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ اصول اتنا اٹل ہے کہ تاریخ عالم میں کبھی تبدیل نہیں ہوا۔ جس طرح ہمارے لیے قرآن کریم میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے اسی طرح سابقہ امتوں کے لیے بھی ان کی کتابوں میں یہی اصول بیان کیا گیا تھا۔ موجودہ بائبل (کتاب مقدس) میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درج شدہ وعظوں اور خطبوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی اپنی قوم کو اس اصول سے اچھی طرح آگاہ فرما دیا تھا۔ اس سلسلے میں بائبل کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

”اگر تم میری شریعت پر چلو اور میرے حکموں کو مانو اور ان پر عمل کرو تو میں تمہارے لیے بروقت مینہ برسائوں گا، اور زمین سے اناج پیدا ہوگا اور میدان کے درخت پھیلیں گے۔“ (اخبار، باب: ۲۶، آیت ۳۵ تا ۳۷)

”اگر تو خداوند اپنے خدا کی بات کو جاں فشانی سے مان کر اس کے ان سب حکموں پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں، احتیاط سے عمل کرے تو خداوند تیرا خدا دنیا کی سب قوموں سے زیادہ تجھ کو سرفراز کرے گا۔ اگر تو خداوند اپنے خدا کی بات سنے تو یہ سب برکتیں تجھ پر نازل ہوں گی اور تجھ کو ملیں گی۔ شہر میں بھی تو مبارک ہوگا اور کھیت میں بھی مبارک ہوگا۔ تیری اولاد اور تیری زمین کی پیداوار اور تیرے چوپایوں کے بچے یعنی گائے بیل کی بڑھتی اور تیری بھینٹ بکریوں کے بچے مبارک ہوں گے۔ تیرا ٹوکرا اور تیری کھٹوتی دونوں مبارک ہوں گے۔ اور تو اندر آتے وقت مبارک ہوگا اور باہر جاتے وقت بھی مبارک ہوگا۔“ (استثنا، باب: ۲۸، آیت ۱ تا ۱۷) کتاب مقدس مطبوعہ برٹش اینڈ فارس بائبل سوسائٹی۔ انارکلی لاہور)

یہ خوش حالی مستقل اور دیرپا بھی ہوتی ہے اور قلبی و روحانی سکون کی ضامن بھی۔ یہ خوش حالی اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک لوگ اپنے دین و ایمان پر قائم رہتے ہیں۔ جو ہی لوگ اپنے دین و ایمان کے تقاضوں میں کمی، کوتاہی کا ارتکاب شروع کر دیتے ہیں فوراً ان کی خوش حالی میں تغیر و تبدل اور کمی کوتاہی کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ (الانفال: ۵۳)

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ (الرعد: ۱۱)

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ کا یہ دائمی اصول بیان ہوا ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنے دینی و ایمانی حالات میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ ان کی معاشی خوش حالی میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ یعنی ان کی خوش حالی سلب نہیں کرتا۔

حقیقی خوش حالی اور استدراجی خوش حالی میں جو فرق ہے اسے ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ یہ فرق اگر ملحوظ نہ رہے تو انسان کا ذہن بہت سی الجھنوں اور فکری پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان اور اسلامی ممالک کے حکمران امریکہ، برطانیہ، فرانس اور دیگر مغربی ممالک کی ترقی کو رشک کی نگاہوں بلکہ لچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ بھی اس قسم کی ترقی حاصل کریں اور اس کے لیے وہی راستے اختیار کرتے ہیں جو انہوں نے اختیار کر رکھے ہیں یعنی لادین اور سیکولر ذرائع اور طور طریقے۔

جب کہ اہل نظر اور اہل بصیرت اس قسم کی ترقی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنِيَكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهِ اَزْوَاجًا مِنْهُمْ﴾ (طہ: ۱۳۱) کیوں کہ انہیں معلوم ہے یہ حقیقی خوش حالی نہیں بلکہ استدراجی خوش حالی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ استدراجی خوش حالی کسی بھی مسلمان فرد یا حکمران یا قوم کا مطمع نظر نہیں ہو سکتی اور نہ ہونی چاہیے۔

ملک عزیز پاکستان کے حکمران پاکستان کو خوش حال بنانا اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم بھی ان کی اس نیک خواہش میں برابر کے شریک ہیں لیکن ہم ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ وہ دونوں قسم کی خوش حالیوں میں فرق ملحوظ رکھیں اور ایمانی و حقیقی خوش حالی حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں اور تمام ملکی وسائل استعمال کریں۔ ورنہ استدراجی خوش حالی میں پچاس سال سے ہم خوار ہو رہے ہیں۔

تفسیر سورۃ فاطر

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

ایک وصف یہ بیان فرمایا ہے: ﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ﴾ (الجمعة: ۲) جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے مواعظ و خطبات میں، نمازوں میں، قرآن مجید کی تلاوت کرتے، صحابہ کرام رحمہم اللہ کے سامنے قرآن پڑھتے تھے۔ اور قرآن پڑھنے کا حکم فرماتے تھے اور اس کے فضائل و برکات سے آگاہ فرماتے۔ جس کی تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے۔ صحابہ کرام رحمہم اللہ اور سلف امت رحمہم اللہ اسی بنا پر تلاوت قرآن پاک کا اہتمام کرتے۔ اور اسی عمل کے عاملوں کا یہاں ذکر ہے۔ حضرت مطرف بن عبد اللہ بن ثخیر جو بصرہ کے عابد و زاہد تابعین میں شمار ہوتے ہیں، فرماتے ہیں:

هذه آية القراء .

یہ آیت قاریوں کے لیے ہے جو تلاوت کو اپنا مشغلہ بناتے ہیں۔ ﴿وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ﴾ یہ ان کا دوسرا وصف ہے۔ گویا تلاوت کے ساتھ قرآن پر ان کا عمل بھی ہے۔ جس کا اولین تقاضا نماز ہے۔ جس کا حکم قرآن پاک میں کم و بیش اسی بار آیا ہے۔ ”اقامة صلاة“ کے معنی صرف نماز پڑھنا اور اس کی ظاہری ہیئت کا ادا کرنا ہی نہیں بلکہ اسے جملہ شرائط سے ادا کرنا اور اس پر مداومت اور قائم رہنا مراد ہے۔ قرآن پاک ہی میں یہی ”اقاموا“ کا لفظ اہل کتاب کے حوالے سے بھی آیا ہے کہ

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ﴾ (المائدة: ۶۶)

”اگر وہ واقعی تورات اور انجیل کو قائم رکھتے، ان کی پابندی کرتے۔“ اس کے ایک آیت بعد فرمایا:

﴿قُلْ يَاهَ أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ﴾ (المائدة: ۶۸)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ۝ لِيُؤْفِقَهُمْ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝﴾ (فاطر: ۲۹، ۳۰)

”بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے انہوں نے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد نہ ہوگی۔ تاکہ وہ انہیں ان کے اجر پورے پورے دے اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ بھی دے، بلاشبہ وہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔“

پہلی آیت میں ”علماء“ کا جو وصف بیان ہوا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اللہ سے ڈرنے والوں کے ہی طرز عمل کا یہاں مزید بیان ہے اور ان کی کامیابی کا ذکر ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ﴾ بے شک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں۔ اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ پہلے ان کے قلب کی درستگی کا، اب ان کی زبان پھر عمل کی درستگی کا ذکر ہے اور ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہے۔ گویا اختصاراً ان کی قوی، بدنی اور مالی عبادت کا بیان ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کا حکم اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دیا ہے:

﴿أَتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ﴾ (العنکبوت: ۴۵)

”اس کی تلاوت کر جو کتاب میں سے تیری طرف وحی کی گئی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے فرائض منصبی کا ذکر کرتے ہوئے

”کہہ دے اے اہل کتاب! تم کسی چیز پر نہیں ہو، یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم کرو۔“ یعنی اس کی پابندی کرو اور اس پر عمل کرو۔

اسی طرح قرآن پاک میں جہاں کہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے یا نمازیوں کی تعریف کی گئی ہے وہاں ”اقامة“ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے ”اقاموا الصلاة، اقيموا الصلاة، يقيمون الصلاة، المقيمون الصلاة۔“

اس لیے ”اقاموا“ کے معنی نماز کی پابندی اور اس پر قائم رہنا مراد ہے۔ نماز میں نمازی اللہ کی توحید کا قیام میں، قومہ میں، تشہد میں اعتراف و اقرار کرتا ہے تو نماز کے بعد بھی توحید پر قائم رہنا چاہیے، نماز میں کامل عبدیت اور عاجزی و انکساری کا اظہار ہے تو یہ عبدیت اور انکساری باقی لمحات میں بھی باقی رکھنا مطلوب ہے۔ نماز میں آنکھیں جھکی رکھنا چاہیے، قیام میں سجدہ گاہ سے اور تشہد میں انگشت شہادت سے نگاہ متجاوز نہیں ہونی چاہیے۔ نیچی نگاہ باقی لمحات میں بھی رکھنے کا حکم ہے۔

نماز میں تلاوت قرآن اور ذکر و تسبیحات میں تو اس عمل خیر کا اہتمام باقی اوقات میں ہونا چاہیے، یہ اوقات بھی غفلت میں گزرنے نہیں چاہئیں۔ ایک رکعت میں نمازی پانچ بار ”اللہ اکبر“ سے اللہ کی کبریائی کا اعتراف کرتا ہے تو اس کے دل و دماغ میں کسی اور سپر پاور کا خوف نہیں سمانا چاہیے۔ وہ دائیں بائیں اپنے نمازی بھائیوں کو ”السلام علیکم“ کہہ کر سلامتی کا پیغام دیتا ہے تو پھر ان سے دھینگا مشتی اور لڑائی جھگڑا نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ہمیشہ دوسروں کے لیے سلیم الصدر رہنا چاہیے۔

یہ ہے نماز پر قائم رہنا۔ اور ایسی نماز ہی ﴿تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ بے حیائی اور برائی سے روکنے والی ہے۔ اگر نماز پڑھنے والے اور بے نماز کی زندگی میں اور ان کے معاملات میں کوئی فرق نہیں تو یہ اسی لیے ہے کہ نمازی اپنی نماز پر قائم نہیں۔ وہ نماز کی راہ چھوڑے ہوئے ہے اور جو اس راہ پر قائم ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے ہاں

محمود اور محبوب ہیں۔

﴿وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ﴾ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کا یہ تیسرا وصف ہے کہ وہ پوشیدہ اور ظاہر، ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اپنی جان کو اللہ کی عبادت میں، مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ رزق ہم نے ہی انہیں دیا ہے۔ اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ یہاں محل خرچ کا ذکر نہیں کہ وہ کہاں خرچ کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر صراحت ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مسکینوں پر، یتیموں پر اور بے سہارا انسانوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اور بڑی فیاضی سے سرا و علانیۃ خرچ کرتے ہیں۔ ﴿عَلَانِيَةً﴾ سے بعض حضرات نے فرمایا ہے جہاں مال خرچ کرنا فرض اور ضروری ہے اسے علانیۃ خرچ کرتے ہیں جیسے زکوٰۃ، صدقہ فطر اور قربانی ہے یا جہاں دوسروں کو ترغیب دینا یا اور مصلحت دینی مطلوب ہو وہاں علانیۃ خرچ کرتے ہیں، جیسے نماز فرض ہے، جو مساجد میں ادا کی جاتی ہے۔ اس کے لیے اذان ہے اور اجتماع کا حکم ہے۔ باقی نفلی نماز جیسے گھر میں پوشیدہ طور پر افضل ہے۔ اسی طرح نفلی صدقہ بھی پوشیدہ طور پر افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس دن اللہ کے (عرش کے) سائے کے بغیر اور کوئی سایہ نہیں ہوگا اس دن سات نو عتوں کے انسان اللہ کے (عرش کے) سائے میں ہوں گے:

۱: امام عادل

۲: وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا (جوانی عبادت میں لگائی۔)

۳: وہ جس کا دل مسجد سے معلق رہتا ہے۔

۴: وہ دو شخص جو اللہ کی محبت میں باہم ملتے ہیں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوتے ہیں۔

۵: وہ شخص جسے حسن و جمال کی پیکر اور مقتدر عورت نے گناہ کی

دعوت دی مگر اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

۶: وہ شخص جو اس طرح صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے۔

۷: وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں۔ (بخاری: ۶۶۰- مسلم: ۱۰۳۱)

در پردہ اور پوشیدہ طور پر صدقہ کرنے کی فضیلت میں اور احادیث بھی ہیں۔ شائقین اس بارے میں الترغیب والترہیب (ج: ۲، ص: ۲۹) ملاحظہ فرمائیں۔

”سراً“ خرچ کرنے میں انسان ریا و نمود سے بچ جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس احساس کی بنا پر خرچ نہیں کرتا کہ مجھے کوئی دکھلاوے کے لیے خرچ کرنے والا نہ سمجھے، تو امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ”عین السریاء“ بالکل ریا ہے۔ شیطان کی چالیں بھی بڑی خطرناک ہیں وہ ریا کا وسوسہ ڈال کر نیکی سے روکتا ہے اور دوسروں کو تصور دیتا ہے کہ یہ بڑا مخلص ہے۔ ریا سے بچنے کے لیے نہیں دے رہا۔ ریا محض عمل میں نہیں بسا اوقات عمل نہ کرنے میں بھی ریا کا عمل دخل ہوتا ہے۔ مثلاً عشاء کے بعد وتر نہیں پڑھتا کہ لوگ سمجھیں تہجد گزار ہے۔ آخری رات وتر پڑھ لے گا۔ بڑی خوفناک ہیں دشمن کی چالیں

﴿سِرًّا وَ عَلَانِيَةً﴾ کا یہ مفہوم بھی ہے کہ وہ ہر حال میں، ہر وقت خرچ کرتے رہیں۔ لوگوں کو پتا چلے نہ چلے۔ اس فکر سے بے نیاز ہو کر ہر حال میں وہ خرچ کرتے ہیں۔ کیوں کہ مقصود اللہ کی رضا ہے کسی اور کو دکھلانا یا راضی کرنا نہیں۔

﴿يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ﴾ وہ تلاوت کرتے ہیں، نماز پڑھتے اور صدقہ و خیرات کرتے ہیں اس امید کے سہارے کہ یہ تجارت کبھی برباد اور کساد بازاری کا شکار نہیں ہوگی۔ بلکہ اس میں برکت ہی برکت ہوگی۔ ”یرجون“ کے لفظ میں اشارہ ہے کہ یہ عبادت گزار اور وفا شعار اپنے کسی عمل پر بھروسہ نہیں رکھتے کہ یہ اعمال یقیناً ہماری بخشش کا ذریعہ ہوں گے اور ان کا اجر و ثواب بھی یقینی ہوگا۔ کیوں کہ

اولاً: ان اعمال کی توفیق بھی تو اللہ تعالیٰ کی عنایت و نوازش ہی کا

نتیجہ ہے۔

ثانیاً: انسان جس قدر بھی عبادت گزار ہو وہ اللہ کی عظمت و جلالت کا حق اور اس کے انعامات کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ فرشتے بھی قیامت کے روز اعتراف کریں گے کہ ما عبدناك حق عبادتك۔ ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا۔

ثالثاً: اعمال میں یہ خطرہ دامن گیر رہتا ہے کہ اس کی ادائیگی میں کہیں کمی یعنی اخلاص سے کرنے میں کمی، اور سنت کی موافقت میں کوتاہی نہ رہ گئی ہو یا اس میں کسی وسوسہ شیطانی کا عمل دخل نہ ہو گیا ہو۔

رابعاً: یہ خوف بھی لاحق ہوتا ہے کہ کوئی ایسا عمل نہ ہو جائے جو نیک عمل کی قبولیت سے مانع بن جائے۔ انہی خدشات کی بنا پر وہ اپنے اعمال کو نجات کا یقینی ذریعہ اور درجات کی بلندی کا باعث نہیں سمجھتا بلکہ بس اس کی امید رکھتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ﴾ (المؤمنون: ۶۰)

”اور وہ کہ انہوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اس آیت کا مصداق وہ ہیں جو چوری کرتے، بدکاری کرتے اور شراب پیتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا يا بنت الصديق، ولكنه الذي يصلي ويصوم ويتصدق وهو يخاف الله عز وجل .

(مسند احمد: ۶/۲۰۵)

”نہیں اے صدیق کی بیٹی، بلکہ اس کا مصداق وہ ہے جو نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے اور صدقہ کرتا ہے اور وہ اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا کرتے تھے۔“ (النحل: ۳۲)

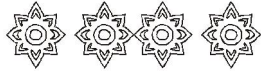
اسی طرح اہل جنت کے بارے میں ہے کہ
﴿وَنُودُوا أَنْ تُلْغَمُ الْجَنَّةُ أَوْ تَسْمُوَهَا بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ﴾ (الاعراف: ۴۳)

”انہیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے
وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔“

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت اعمال حسنہ کا بدل ہے۔
علمائے کرام نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ جنت میں داخلہ تو
اللہ کی رحمت سے ہوگا، عمل تو بجائے خود اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔
اس کی رحمت نہ ہو تو کوئی نیک عمل کر نہیں سکتا۔ پھر یہ عمل اگر اللہ کی
رضا کے مطابق بھی ہو تو وہ کسی نعمت کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ
تمام اعمال ایک نعمت کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اعمال کا
بدلہ جنت نہیں البتہ جنت کے درجات و مراتب اعمال کی مناسبت سے
ملیں گے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اعمال میں قبولیت کی شرط ہے۔ اور اللہ
تعالیٰ کی طرف سے ان آیات میں قبولیت کا اظہار ہے کہ جو تم مقبول
عمل کرتے رہے ان کے بدلے میں جنت ہے۔

اس آیت میں اعمال صالحہ، تلاوت، نماز، انفاق کو تجارت سے
تعبیر کیا گیا ہے۔



لن ينجي احدا منكم عمله . قالوا: ولا انت يا
رسول الله! قال: ولا أنا، الا ان يتغمدني الله
برحمته . (بخاری: ۶۴۶۳۔ مسلم: ۷۱۱۱)

”ہرگز تم میں سے کسی کا عمل اسے نجات نہیں دلا سکتا۔
صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کو بھی؟
فرمایا: اور میں بھی نہیں، الا یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں
ڈھانپ لے۔“

تقریباً یہی روایت صحیح مسلم: ۱۲۲ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے بھی مروی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ہیں:
لَا يُدْخِلُ احداً منكم عمله الجنة، ولا يُجِيرُهُ
من النار، ولا أنا الا برحمة من الله .

(مسلم: ۷۱۱۲)

”کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا اور نہ آگ
سے بچائے گا، اور نہ ہی مجھے، الا یہ کہ اللہ کی طرف سے
رحمت ہو جائے۔“

عمل کا دائرہ عمل بہر حال محدود ہے اور جنت اللہ تعالیٰ کی دائمی
نعمت ہے۔ اس لیے اعمال کا بدلہ جنت کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ مگر
قرآن مجید میں ہے کہ فرشتے اہل ایمان کی روح قبض کرتے ہوئے
کہتے ہیں:

﴿سَلِّمْ عَلَيْكُمْ أَذْخَلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

”سلام ہو تم پر، جنت میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم

تعطیلات عید الفطر

عید الفطر ۱۴۳۲ھ کے مبارک موقع پر یہ سلسلہ تعطیلات دفتر ہفت روزہ الاعتصام اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری مورخہ ۳۰ اگست تا
۴ ستمبر ۲۰۱۱ء منگل تا پیر بند رہیں گے۔

نیز آئندہ شمارہ نمبر ۳۵ مورخہ ۲ ستمبر کے بجائے ۹ ستمبر ۲۰۱۱ء کو اشاعت پذیر ہوگا۔ قارئین و ایجنٹ حضرات نوٹ فرمائیں۔
کارکنان الاعتصام اپنے قارئین کی خدمت میں عید الفطر کے مبارک موقع پر عید مبارک پیش کرتے ہیں۔

تقبل الله منا ومنكم

توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شمال مارباغ۔ لاہور)

فَأَلْقِيَهُمَا ثَمَّ عُدَّ، فَفَعَلَ، فَرَدَّ السَّلَامَ، فَقَالَ: جِئْتُكَ أَنْفَاءً فَأَعْرَضْتَ عَنِّي؟ قَالَ: ((كَانَ فِي يَدِكَ جَمْرٌ مِنْ نَارٍ فَقَالَ: لَقَدْ جِئْتُ إِذَا بِجَمْرٍ كَثِيرٍ، قَالَ: ((إِنَّ مَا جِئْتَ بِهِ لَيْسَ بِأَحَدٍ أَغْنَى مِنْ حَجَارَةِ الْحَرَّةِ، وَلَكِنَّهُ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا)) قَالَ: فَبِمَاذَا أَتَيْتَنِي؟ قَالَ: ((بِحَلَقَةٍ مِنْ وَرَقٍ أَوْ صُفْرٍ أَوْ حَدِيدٍ.)) (ضعيف)

”ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی بحرین سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور سلام عرض کیا آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا کیوں کہ اس نے سونے کی انگوٹھی اور ریشمی جبہ پہنا ہوا تھا۔ وہ آدمی غمگین ہو کر چلا گیا اور اپنی بیوی کو تمام صورت حال بتائی اس نے کہا شاید تیرے ریشمی جبے اور سونے کی انگوٹھی کی وجہ سے آپ ﷺ نے ایسا کیا ہو تو ان کو اتار کر آپ ﷺ کی خدمت میں جا۔ اس نے ایسا ہی کیا اس نے سلام کیا آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا۔ اس نے کہا میں آپ کے پاس آیا تھا آپ نے مجھ سے اعراض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے ہاتھ میں آگ کا انگارہ تھا اس نے کہا اب تو میں بہت سے انگارے لے کر آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہمارے نزدیکی پتھریلی زمین کے پتھروں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ یہ متاع دنیا کی زندگی میں کام آنے والی چیز ہے۔ اس آدمی نے عرض کیا اب میں کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ آپ ﷺ

۱۰۵۳. عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ بْنِ وَاثِلٍ السَّهْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَفِي يَدِهِ خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَأَعْرَضَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ فَلَمَّا رَأَى الرَّجُلُ كَرَاهِيَّتَهُ ذَهَبَ فَأَلْقَى الْخَاتَمَ، وَأَخَذَ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَلَبَسَهُ، وَآتَى النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: ((هَذَا شَرٌّ، هَذَا جَلِيَّةٌ أَهْلِ النَّارِ)) فَرَجَعَ فَطَرَحَهُ وَلَبَسَ خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ فَسَكَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ. (حسن)

”حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ جب اس نے آپ کی ناراضگی کو دیکھا تو چلا گیا سونے کی انگوٹھی اتار کر لوہے کی انگوٹھی آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بہت بری چیز اور دوزخیوں کا زیور ہے۔ وہ پھر واپس چلا گیا اور اس کو اتار کر چاندی کی انگوٹھی پہن کر آیا۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔“

۱۰۵۴. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ مِنَ الْبَحْرَيْنِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ - وَفِي يَدِهِ خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ وَعَلَيْهِ جَبَّةٌ حَرِيرٍ - فَاِنْطَلَقَ الرَّجُلُ مُحْزُونًا فَشَكَا إِلَى امْرَأَتِهِ فَقَالَتْ: لَعَلَّ بَرَسُولَ اللَّهِ جِئْتُكَ وَخَاتَمُكَ،

نے فرمایا: تو چاندی، پیتل یا لوہے کی انگوٹھی بنا لے۔“

باب: التسليم على الأمير

امیر کو سلام کہنا

۱۰۵۵. عن ابن شهاب، أنَّ عمرَ بن عبد العزيز سأل أبا بكر بن سليمان بن أبي حثمة: لِمَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ يَكْتُبُ: مَنْ أَبِي بَكْرٍ خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ، ثُمَّ كَانَ عُمَرُ يَكْتُبُ بَعْدَهُ: مَنْ أَوَّلُ مَنْ بَنَى الْخُطَابَ خَلِيفَةُ أَبِي بَكْرٍ، مَنْ أَوَّلُ مَنْ كَتَبَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقَالَ: حَدَّثَنِي جَدَّتِي الشَّفَاءُ - وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأَوَّلِ، وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخُطَابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا هُوَ دَخَلَ السُّوقَ دَخَلَ عَلَيْهَا - قَالَتْ: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخُطَابِ إِلَى عَامِلِ الْعِرَاقِينَ: أَنْ أَبْعَثَ إِلَيَّ بِرَجُلَيْنِ جَلْدَيْنِ نَبِيلَيْنِ أَسْأَلُهُمَا عَنِ الْعِرَاقِ وَأَهْلِهِ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ صَاحِبُ الْعِرَاقِينَ بَلِيدَ بْنِ رِبِيعَةَ وَعَدَى بْنَ حَاتِمٍ، فَقَدِمَا الْمَدِينَةَ فَأَنَاخَا رَاحِلَتَيْهِمَا بَفَنَاءِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ دَخَلَا الْمَسْجِدَ فَوَجَدَا عُمَرُ بْنُ الْعَاصِ، فَقَالَا لَهُ: يَا عَمْرُو، اسْتَأْذِنْ لَنَا عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ، فَوُثِّبَ عَمْرُو فَدَخَلَ عَلَى عُمَرَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: مَا بَدَا لَكَ فِي هَذَا الْأَسْمِ يَا ابْنَ الْعَاصِ؟ لَتَخْرُجَنَّ مِمَّا قُلْتَ، قَالَ: نَعَمْ قَدِمَ لَبِيدُ بْنُ رِبِيعَةَ وَعَدَى بْنُ حَاتِمٍ. فَقَالَا لِي: اسْتَأْذِنْ لَنَا عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَقُلْتُ: أَنْتُمَا وَاللَّهِ أَصَبْتُمَا أَسْمَهُ وَإِنَّهُ الْأَمِيرُ وَنَحْنُ الْمُؤْمِنُونَ، فَجَرَى الْكِتَابُ مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمِ. (صحيح الإسناد)

”ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر

بن سلیمان بن ابی حثمہ سے پوچھا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ الفاظ کیوں لکھتے تھے یعنی ابوبکر خلیفہ رسول اللہ ﷺ پھر ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد لکھتے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے۔ یہ بتاؤ کہ سب سے پہلے امیر المؤمنین کا لفظ کس نے لکھا تھا۔ انہوں نے کہا مجھے میری دادی شفا رضی اللہ عنہا نے بتایا یہ ہجرت کرنے والی پہلی خواتین میں سے تھیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب بازار جاتے تو ضرور ان کے پاس جاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ اور بصرہ کے عامل کو لکھا میرے پاس دو عقل مند اور مضبوط آدمیوں کو بھیجتا کہ میں ان سے اہل عراق کے متعلق معلومات حاصل کروں۔

چنانچہ انہوں نے دو عراقی آدمیوں لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ یہ دونوں صاحبان مدینہ طیبہ پہنچے۔ مسجد کے باہر کھلی جگہ پر اپنی سواریاں بٹھائیں پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے انہوں نے کہا اے عمرو ہمارے لیے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے حاضری کی اجازت لو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جلدی سے کود کراٹھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمرو یہ الفاظ تو نے کہاں سے لیے مجھے اس کی وجہ بیان کرو؟ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا ضرور ابھی لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ آئے ہیں انہوں نے مجھے کہا ہے ہمارے لیے امیر المؤمنین سے اجازت لو میں نے کہا اللہ کی قسم تم نے اچھے الفاظ بولے ہیں۔ واقعی وہ امیر ہیں اور ہم اطاعت گزار۔ چنانچہ اسی دن سے یہ الفاظ جاری ہو گئے۔“



قنوتِ نازلہ کے بعض مسائل کی تحقیق

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی رحمہ اللہ

”یعنی بروایت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد مہینہ بھر قنوت فرمائی۔ جن دنوں کہ ستر (۷۰) حافظ قرآن صحابہ (بعض کفار قبیلوں کی دھوکہ دہی سے) شہید کردیئے گئے (اس دعا میں) آپ ان ظالموں کے لیے بد دعا فرماتے تھے۔“

○ عن البراء ان النبی ﷺ كَانَ يَقْنُتُ فِي صَلَوةِ الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ . (صحیح مسلم)
”رسول اللہ ﷺ نے (بعض دنوں) مغرب اور فجر کی نمازوں میں قنوت پڑھی۔“

○ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ كَانَ إِذَا ارَادَ وَاَنْ يَدْعُوْا عَلٰی اَحَدٍ اَوْ يَدْعُوْا لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَرُبَّمَا قَالَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَبَّاسَ بْنَ رِبْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِينَ كَسَنِيْ يُوْسُفَ يَجْهَرُ بِذَلِكَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ دَعَائِهِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِاَحْيَاءِ مِنَ الْعَرَبِ الْحَدِيثُ . متفق عليه (مشکوٰۃ) نیز ملاحظہ ہو صحیح بخاری باب قوله ليس لك من الامر شيء من كتاب التفسير .

یعنی ”رسول اللہ ﷺ کو جب کسی کے خلاف بد دعا کرنی یا کسی شخص کے حق میں دعا فرمائی ہوتی تو (آخری رکعت میں) رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لك

سوال: قنوتِ نازلہ کے بارے میں احادیث صحیحہ اور جمہور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے تعامل کی روشنی میں وضاحت مطلوب ہے۔ اس لیے کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ قنوتِ نازلہ صرف صبح کی نماز میں ہے جیسا کہ فتاویٰ امدادیہ وغیرہ میں بعض علمائے احناف نے لکھا ہے۔ بنا بریں عرض ہے کہ قنوتِ نازلہ صرف

○ صبح کی نماز میں ہو یا سب جہری نمازوں میں؟ یا پانچوں نمازوں میں دعائے قنوتِ نازلہ پڑھی جاسکتی ہے؟
○ اس میں (دعا کی طرح) ہاتھ اٹھائے جائیں یا کھلے رکھے جائیں؟
○ بلند آواز سے ہو یا آہستہ؟
○ مقتدی بلند آواز سے آمین کہیں یا آہستہ۔ (ایک سائل)

جواب: دعائے قنوتِ نازلہ یعنی ہنگامی حالات کی خاص دعاء رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ تو کم و بیش ایک مہینہ اُس وقت فرمائی تھی (کہ شدید ضرورت اتنی ہی مدت رہتی تھی) جب بعض عرب قبائل کے مکر و فریب سے ایک سخت تکلیف دہ صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے کچھ مدت بعد پھر ضرورت پڑی تو پھر قنوت کیا گیا۔ اُن دنوں بعض اوقات جہری نمازوں میں اور بعض دفعہ پانچوں نمازوں میں دعائے قنوت فرمائی اس طرح کہ آخری رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت فرماتے تھے جس پر مقتدی آمین کہے جاتے تھے جیسا کہ درج ذیل احادیث میں وارد ہے:

○ عن انس قال انما قَنَتَ رسولُ اللہ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا اِنَّهٗ كَانَ بَعَثَ بِمَكَّةَ اَنَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ سَبْعُونَ رَجُلًا فَاصْبَبُوا فَقَنَتَ رسولُ اللہ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا يَدْعُوْا عَلَيْهِمْ . (مشکوٰۃ)

ہے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ان عمر رضی اللہ عنہ لما حارب النصارى
قنت عليهم القنوت المشهور اللهم عذب
كفرة اهل الكتاب الى آخره .

(فتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۱، ص: ۱۸۹)

ملفوظ:

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جس فاروقی دعائے قنوت کا ذکر کیا ہے وہ
”الاعتصام“ شمارہ نمبر ۱۹ جلد ۲۳ میں مع ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ نیز
اس حدیث کا انداز بیان بتلا رہا ہے کہ قنوت نازلہ ساری نمازوں میں
ہوتی تھی۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب ان سے نماز
میں قنوت کے متعلق سوال ہوا کہ رکوع سے پہلے ہو یا بعد؟ تو انہوں
نے فرمایا:

انما قنت رسول الله ﷺ بعد الركوع شهراً .
الحديث (مشكوة)

”بعد رکوع مہینہ بھر قنوت فرمائی۔“ عمدۃ القاری، ج: ۷، ص: ۱۹
میں علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ ”فی الصلوٰۃ“ پر لکھتے ہیں:

ای مطلق الصلوٰۃ والمراد منه جميع
الصلوات الفرض ويدل عليه حديث ابن
عباس انه قال قنت رسول الله صلى الله عليه
وسلم شهراً . الحديث
ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ، مرتقاۃ شرح مشکوٰۃ (ج: ۲، ص: ۱۶۳ مصر)
میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

يحتمل التخصيص بالصحيح او تعميم
الصلوة وهو الاظهر قال ابن حجر (يعني
المكي) اخذ منه الشافعي انه ليس القنوت في
اخيرة سائر المكتوبات للمنازلة التي تنزل
بالمسلمين عامة كوباء وقحط وطاعون وفاته
ببعضهم كاسر العالم او الشجاع ممن تعدى

الحمد كهم كردعائ قنوت کرتے تھے۔ (چنانچہ ایک
موقع پر) بعض ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام لے کر ان کی رہائی
کے لیے قنوت میں جہراً دعا فرمائی جو مشرکین مکہ کی قید
میں تھے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بھی ہنگامی حالت میں یہ قنوت
رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے
اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ”یہ موقع اُس واقعہ کے علاوہ ہے جو غزوہ
أحد کے چند ماہ بعد ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کے حادثہ شہادت کے ایام میں
بعض عرب قبائل کے خلاف آپ نے دعائے قنوت فرمائی تھی۔“

قد ثبت في الصحيح عن النبي ﷺ انه قنت
شهرًا يدعو على رعل وذكوان وعصية ثم
تركه وكان ذلك لما قتلوا القرأء من الصحابة
وثبت عنه انه قنت بعد ذلك بمدة بعد صلح
الحديبية وفتح خيبر يدعو للمستضعفين من
اصحابه الذين كانوا بمكة ويقول في قنوته
اللهم انج الوليد . الخ (فتاویٰ شیخ الاسلام ابن

تیمیہ، ج: ۱، ص: ۱۸۷)

ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے:

كان (رسول الله ﷺ) يقنت عند النوازل
فقنت مرة شهراً يدعو على قوم من الكفار
قتلوا طائفة من اصحابه ثم تركه وقنت مرة
اخرى يدعو لاقوام من اصحابه كانوا ما
سورين عند اقوام يمنعونهم من الهجرة اليه
..... وخلفاءه الراشدون بعده كانوا يقنتون
نحو هذا القنوت .

(فتاویٰ مذکور، ج: ۱، ص: ۱۹۳)

شاید یہی وجہ ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہ عیسائیوں اور
ایرانیوں سے ان کا مہیب قسم کا مقابلہ رہتا تھا۔ قنوت نازلہ اکثر مروی

اہل حدیث کا بھی مذہب بتایا ہے، درج ذیل احادیث واضح دلائل ہیں جن کو ذکر کرنے کے بعد بلوغ الامانی شرح تبویب مسند امام احمد ص: ۳۰۸ ج: ۲ میں لکھا ہے:

احادیث الباب تدل علی مشروعیة القنوت للنازلة فی الصلوة الخمس ولا تختص به فرض دون فرض آخر وبذلك قال جمهور علماء وخالف فی ذلك الحنفیة: انتہی۔ وقال الشوکانی ان القنوت ینبغی عند نزول النازلة ان لا تختص به صلوة دون صلوة۔

(نبیل الاوطار، ج: ۲، ص: ۳۹۶)

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال لأقربن صلوة النبی ﷺ فكان ابوہریرۃ یقنن فی الرکعة الآخرۃ من صلوة الظہر و صلوة العشاء و صلوة الصبح بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمده لیدعو للمؤمنین ویلعن الکفار۔ (صحیح بخاری،

باب بعد باب فضل اللہم ربنا لك الحمد) فی روایۃ احمد و صلوة العصر مکان صلوة العشاء الآخرۃ متقی (ص: ۵۰۵، ج: ۱) لمجد الدین ابن تیمیۃ قال الحافظ فی الفتح (ج: ۱، ص: ۴۳۶ طبع دہلی) و ظاہر بیان حدیث الباب ان جمینۃ مرفوع۔

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جہری اور سری نمازوں میں قنوت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میری یہ نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز جیسی ہے۔

۲۔ عن ابن عباس قال قنن رسول اللہ ﷺ شہراً متتابعاً فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء و صلوة الصبح اذا قال سمع اللہ لمن حمده من الرکعة الآخرۃ لیدعو علی احياء من

نفعہ وقول الطحاوی لم یقل به فیہا الا الشافعی غلط منہ۔ انتہی ملخصاً

یعنی ”ظاہر مطلب یہ ہے کہ سب نمازیں مراد ہوں۔ ابن حجر مکی کے بقول اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے اس مسلک کی دلیل بنایا ہے کہ اگر مسلمانوں پر کوئی بڑی مصیبت آ پڑے مثلاً کسی قسم کی وبائی بیماری یا قحط یا کوئی صاحب علم دشمن کی قید میں چلا جائے یا کسی نہایت کارآمد بہادر فوجی کو دشمن قید کر لے۔ تو ایسے نازک وقت میں ساری نمازوں کی آخری رکعت میں بعد رکوع قنوت پڑھی جائے۔ رہا طحاوی رحمہ اللہ کا اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کو منفرد بتانا تو وہ درست نہیں۔“

واضح رہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ابن حجر مکی کی یہ عبارت تسلیماً نقل کی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم (ج: ۱، ص: ۲۳۷) میں اس حدیث کی شرح میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

الصحيح المشهور انه ان نزلت نازلة كعدد وقحط ووباء وعطش وضرر ظاهر في المسلمين ونحو ذلك قننوا في جميع الصلوات المكتوبة ومحل القنوت بعد رفع الرأس من الركوع في الركعة الاخيرة. انتہی

امام نووی رحمہ اللہ کی اس عبارت کو بھی ملا علی قاری رحمہ اللہ نے قنوت نازلہ کی حد تک تسلیم کیا ہے۔ ج: ۲، ص: ۱۶۳) اور یہ مذہب صرف امام شافعی رحمہ اللہ کا نہیں جمہور اہل حدیث بھی ان کے ہم نوا ہیں۔ ملاحظہ ہو حنفیہ کی مشہور کتاب فتاویٰ رد المختار وعزاه فی البحر الی جمہور اہل حدیث انتہی۔

(جلد اول، ص: ۶۲۹، طبع استنبول)

امام شافعی رحمہ اللہ کے اس مسلک پر جس کو صاحب شامی نے جمہور

روایات کو کتاب الاعتبار (۸۵) میں اس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے:
باب فی قنوت النبی ﷺ فی جمیع الصلوات (سب
نمازوں میں آنحضرت کے قنوت کا بیان) اور حافظ بیہقی رحمہ اللہ کا
عنوان بھی یہ ہے: باب القنوت فی الصلوات عند نزول
نازلة۔ (السنن الكبرى، ج: ۲، ص: ۱۹۷)

اس مختصری گزارش سے واضح ہو گیا کہ ہنگامی حالات کے دوران
احادیث ثابتہ کی روشنی میں پانچوں نمازوں میں قنوت کہا جاسکتا ہے۔
حافظ ابن حزم رحمہ اللہ مطلقاً بھی درست سمجھتے ہیں (مکلی، ج: ۴،
ص: ۱۳۸) جہاں تک دوسرے مسالک کا تعلق ہے حنفیہ عام طور پر
صرف فجر کی نماز میں قنوت نازلہ کا فتویٰ دیتے ہیں (امداد الفتاویٰ،
ج: ۱، ص: ۵۵۴) ان کے سوا دوسرے علماء کی اکثریت اس کی قائل
ہے کہ کما تقدم أنفا من بلوغ الاماني فقہائے حنفیہ کی بھی
ایک خاصی جماعت جہری نمازوں میں ان کے موافق ہیں بلکہ بعض
ساری نمازوں میں بھی درست سمجھتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

يقنت الامام في الجهرية وقيل في الكل .
اس کی شرح فتاویٰ شامی (ج: ۱، ص: ۲۲۸) میں (فسی
الجهرية) کے بعد لکھا ہے:

يوافقه ما في البحر والشر نبالانية عن شرح
النقاية عن الغاية وان نزل بالمسلمين . نازلة
قنت الامام في صلوة الجهر وهو قول الثوري
واحمد وكذا ما في شرح الشيخ اسماعيل عن
البنية اذا وقعت نازلة قنت الامام في الصلوة
الجهرية انتهى

مولانا ظہیر حسین شوق نیوی مرحوم آثار السنن (ج: ۲، ص: ۲۴)
کی تعلیق میں لکھتے ہیں:

قال في البنية شرح الهداية ان نزل بالمسلمين
نازلة قنت الامام في صلوة الجهر وبه قال
الاكثرون واحمد .

بَنَى سُلَيْمٌ عَلَى رِغْلٍ وَذَكَوَانٍ وَعُصَيَّةٌ وَيَوْمَئِذٍ
مَنْ خَلْفَهُ رَوَاهُ ابوداؤد وسكت عليه قال
الحازمي (۸۵) هذا حديث حسن على شرط
ابن داؤد وصححه الحاكم وقره الذهبي
وذكره الحافظ في التلخيص (۹۳) ولم يتكلم
فيه قال الاستاذ احمد شاكر في تعليق المسند
(ج: ۴، ص: ۲۶۳) اسنادہ صحیح .

یعنی آنحضرت ﷺ نے متواتر ایک مہینہ پانچوں فرض نمازوں
..... ظہر، عصر، مغرب، عشاء، صبح میں قنوت کیا آخری رکعت کے
رکوع سے اُٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد، اس قنوت
میں (ان بعض) قبائل پر بد دعا فرمائی (جنہوں نے فریب دے کر
صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک خاص جماعت کو شہید کر دیا تھا)۔“

۳۔ عن البراء أن النبي ﷺ كان لا يصلي صلوة
مكتوبة إلا قنّت فيها . رواه الطبراني في
الاوسط ورجاله موثوقون (مجمع الزوائد،
ج: ۲، ص: ۱۳۸) وابن حزم في المحلى
(ج: ۴، ص: ۱۳۹) والبيهقي (ج: ۲،
ص: ۱۹۸) والحازمي في الاعتبار (۸۵)

یعنی ”رسول اللہ ﷺ ہر نماز میں قنوت (نازلہ) فرماتے تھے۔“
۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ
رسول اللہ ﷺ لڑائی اور مقابلہ کے دنوں میں کفار پر بد دعا کے طور پر
سب نمازوں میں قنوت فرماتے تھے۔

كان اذا حارب يقنت في الصلوات كلها يدعو
على المشركين رواه الطبراني في الاوسط
ذكره الهيثمي في المجمع (ج: ۲، ص: ۱۳۶)
وتكلم فيه وذكره ايضاً في المحلى (ج: ۴،
ص: ۱۴۵)

حافظ ابوبکر محمد بن مویٰ حازمی رحمہ اللہ (۵۸۴ھ) نے اس نوع کی

مولانا انور شاہ کاشمیری مرحوم کی المائی تعلیقات فیض البار (ج: ۲، ص: ۳۰۲) میں ہے:

وقنوت النازلة عندنا في الجهرية في شرح الهداية للامير الاتقاني وفي شرح الشمس الدين الذري جوازها في الصلوات مطلقاً. انتهى

جواب (۲): ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت کرنی چاہیے اس لیے کہ قنوت دعا ہے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا اس کے آداب میں سے ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن سلمان الفارسي عن النبي ﷺ قال إِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مَنْ عَبْدُهُ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا رَوَاهُ ابوداؤد وسكت عليه والترمذي وحسنه وصححه الحاكم وقال الحافظ في الفتح . (ج: ۶، ص: ۴۴ طبع انصاری) سندہ جید

علاوہ ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی حدیث میں خود قنوت میں ہی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اٹھانے کی تصریح موجود ہے۔ سنن بیہقی (ج: ۲، ص: ۲۱۱) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأيت رسول الله ﷺ كُلَّمَا صَلَّى الْغَدَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ يَدْعُو عَلَيْهِمْ يَعْنِي عَلَى الَّذِينَ قَتَلُوهُمْ. يعني "آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے قائلین صحابہ رضی اللہ عنہم یعنی ان کو شہید کرنے والوں پر (قنوت میں) بددعا فرمائی۔" اور زاد المعاد (ج: ۱، ص: ۶۹) میں بحوالہ مستدرک حاکم لکھا ہے:

عن ابی هريرة قال كان رسول الله ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ مِنْ صَلَوةِ الصَّبْحِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيهَا فَيَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ اللهم اهدني فيمن هديت الحديث

اول الذکر یعنی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث پر حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والحديث في الدعاء جملة الا ان عددا من الصحابة رضى الله عنهم رفعوا ايديهم في القنوت مع ما روينا عن انس بن مالك عن النبي ﷺ .

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ سے دو لفظوں کے ساتھ کیا ہے:

رايت عمر يمد يديه في القنوت يقنت بنا بعد الركوع ويرفع يديه حتى يبدو كفاه ويخرج ضبعيه وهذا عن عمر صحيح وروى عن علي باسناد فيه ضعف . (ج: ۲، ص: ۲۱۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہاتھ اٹھا کر قنوت کرتے تھے۔ عن ابن عباس انه صلى فقلت بهم في الفجر بالبقرة فرفع يديه حتى ضبعيه . (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۳۱۶ طبع دکن وقيام الليل، ص: ۱۳۴ طبع ملتان)

ایسے ہی حضرت مکحول تابعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (کنز العمال، ج: ۴، ص: ۲۰۰) امام مروزی نے قیام اللیل (ص: ۱۳۴) باب رفع الایدی عند القنوت کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ فعل ذکر کیا ہے: کان یرفع یدیه فی القنوت جس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن مسعود دعا کی طرح ہاتھ اٹھاتے تھے۔

غالباً قنوت دلیل کی بنا پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف القاضی رضی اللہ عنہ دعائے قنوت میں ایسے ہی رفع یدین کے قائل ہیں۔ شامی میں درمختار کے متن (وقیل کالداعی) کی شرح میں علامہ ابن عابدین حنفی لکھتے ہیں:

ای عن ابی یوسف انه یرفعهما الی صدره ویطونهما الی السماء امدادا؟ والظاهر انه

صلوة الغداة حتى يسمع صوته من وراء
المسجد .

امام مروزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الوتر میں اس اثر فاروقی رحمہ اللہ پر
یہ عنوان دیا ہے:

باب رفع الصوت في الدعاء في القنوت .

(مجموعه قيام الليل، ص: ۱۳۷)

سنن بیہقی (ج: ۲، ص: ۲۱۲) میں حضرت عمر رحمہ اللہ کا عمل بھی جبری
قنوت کا مروی ہے:

وجهر بالدعاء قال قتادة وكان الحسن يفعل
مثل وهذا عن عمر صحيح وراء عن علي
باسناد ضعيف .

جواب ۴: جن احادیث و آثار قنوت میں مقتدیوں کے آمین کہنے
کا ذکر آیا ہے۔ ظاہر الفاظ یہی راہ نمائی کرتے ہیں کہ مقتدی یہ آمین
بھی جہراً (آواز سے) کہتے تھے۔ حدیث مرفوع (حضرت ابن
عباس رحمہ اللہ) سے ابھی آپ کے علم میں آچکی ہے۔ اور آثار امام
مروزی رحمہ اللہ کی کتاب کو قیام اللیل سے درج ذیل میں بـ
تامین الماموم خلف الامام اذا دعا في القنوت (۱۳۷)
کے تحت لائے ہیں۔

كان عمر يقنت ويؤمن من خلفه قد معاذ
القاري في قنوته اللهم قحط المطر فقالوا
آمين فلما فرغ من صلوته قال قلت اللهم
قحط المطر فقلت آمين الا تسمعون ما اقوال
ثم تقولون امين؟

پھر ایسے ہی انہوں نے امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:

قال ابو داود وسمعه احمد سئل عن القنوت
فقال الذي يعجبه ان يقنت الام ويؤمن من
خلفه . نیز دیکھئے فقہ حنفی کی مشہور کتاب المغنی ۱/۷۹۰



يبقيهما كذلك الى تمام الدعاء .

(الرد المختار، ج: ۱، ص: ۶۳۶)

مولانا انور شاہ مرحوم کا شمیری نے فرمایا ہے:

وثبت رفع اليدين مثل رفعهما للدعاء عن ابي
يوسف في قنوت الوتر ذكر صاحب مراقي
الفلاح عن الفرج مولی ابي يوسف .

(العرف الشدي، ص: ۲۱۳)

مولانا انور شاہ مرحوم نے اس جگہ حضرت عمر فاروق رحمہ اللہ کے رفع
اليدين في القنوت کے بارے میں بھی لکھا ہے:

ان بعض الروايات يومی الى ان رفع اليدين
كان كرفع اليدين للدعاء لا مثل رفعهما عند
التحرمة . ۱ھ

مولانا اشرف علی تھانوی حنفی مرحوم کے امداد الفتاویٰ (ج: ۱،
ص: ۵۵۴) میں شامی کی مذکورہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ نیز دیکھئے
كشف الستار ص: ۸۱۔ از مولانا انور شاہ مرحوم۔

قنوت جبری ہوتی تھی جیسا کہ صحیح بخاری کے حوالہ سے صراحۃً اوپر
آچکا ہے۔ شوکانی رحمہ اللہ صحیح بخاری کے لفظ جہر بذلک پر لکھتے ہیں:
فيه مشروعية الجهر بالقنوت .

(نیل، ج: ۲، ص: ۳۹۹ طبع منیریہ مصر)

نیز سنن ابی داؤد اور مسند امام احمد کی حدیث ابن عباس رحمہ اللہ میں
قنوت کے دعائیہ صیغوں پر مقتدیوں کا آمین کہنے کا ذکر ہے۔ ظاہر
ہے کہ جبری قنوت پر ہی آمین کہی جاتی تھی۔

ويؤخذ من هذا ان القنوت يكون جهراً لان
المامومين اذا لم يسمعوا لم يؤمنوا . (المنهل

العذب المورود شرح سنن ابی داؤد، ج: ۸، ص: ۸۷)

مصنف ابن ابی شیبہ (ج: ۲، ص: ۳۱۶ طبع حیدرآباد دکن اور قیام
اللیل: ۱۳۷) میں حضرت عمر رحمہ اللہ کا بھی عمل مذکور ہے:

عن ابي عثمان النهدي كان عمر يقنت بنا في

زکوٰۃ الفطر کی شرعی حیثیت

عبدالرحیم بلتستانی

<p>اصطلاح کے طور پر مستعمل ہوتا ہے۔“ اصطلاحی معنی: صدقة تجب بالفطر من رمضان . طهرة للصائم من اللغو والرفث . (کشاف القناع : ۱/۴۷۲) ”زکوٰۃ الفطر کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ رمضان المبارک کے اختتام پر یہ صدقہ ادا کرنا واجب ہے۔ اس لیے روزہ دار کو لغو باتوں اور گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔“ زکوٰۃ الفطر کب فرض ہوئی؟</p>	<p>لغوی معنی: الزکوٰۃ فی اللغة الزيادة، الطهارة . (لسان العرب : ۱۴/۳۵۸، ۳۵۹) ”زکوٰۃ کا لغوی معنی بڑھنا، پاک کرنا ہے۔“ الفطر اسم مصدر من قولك: أفطر الصائم إفطاراً . (کشاف القناع : ۱/۴۷۱) ”لفظ الفطر اسم مصدر ہے۔ روزے دار نے افطار کیا، افطار کرنا۔“ زکوٰۃ الفطر کا مفہوم:</p>
<p>زکوٰۃ الفطر سن ۲ ہجری میں فرض ہوئی ہے اور اُسی سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے ہیں۔ زکوٰۃ الفطر کی فرضیت: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ . (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب فرض صدقة الفطر، رقم: ۱۵۰۳ - مسلم، رقم: ۹۸۴) ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فطرہ کی زکوٰۃ (فطرہ) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، فرض قرار دی تھی۔ ہر غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر۔“</p>	<p>زکوٰۃ الفطر (فطرہ) کے معنی ہیں وہ زکوٰۃ جو رمضان المبارک کے روزے ختم ہو جانے (افطار) سے واجب ہوتی ہے۔ اسے صدقۃ الفطر کہتے ہیں۔ از روئے شریعت صدقہ کے لفظ کا اطلاق فرض زکوٰۃ پر بھی ہوتا ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ اسے زکوٰۃ الفطر بھی کہتے ہیں۔ یعنی فطرت انسانی (تخلیق انسانی) کی زکوٰۃ ہے اور تزکیہ نفس کے طور پر واجب ہوتی ہے۔ زکوٰۃ الفطر میں جو چیز (یا رقم) ادا کی جاتی ہے اسے فطرہ کہتے ہیں۔ لیکن لفظ فطرہ معرب نہیں ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الفطرة هي لفظة مؤلدة لا عربية ولا معربة بل اصطلاحية للفقهاء فتكون حقيقة شرعية على المختار كالصلاة والزكاة . (الموسوعة الفقهية : ۲۳/۳۳۵) ”لفظ فطرہ مؤلّد ہے۔ عربی، معرب نہیں بلکہ یہ ایک فقہی</p>

تشریح:

اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ الفطر ہر مسلمان پر فرض ہے۔ خواہ وہ امیر ہو یا غریب غلام ہو یا آزاد مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، سب پر زکوٰۃ الفطر ادا کرنا فرض ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب بھی یہی باندھا ہے:

بَابُ فَرَضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيرِينَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيضَةً.

”باب ہے کہ صدقۃ الفطر فرض ہونا، ابو عالیہ، عطاء اور ابن سیرین رحمہم اللہ نے بھی صدقۃ فطر کو فرض سمجھا ہے۔“

عن ابی العالیۃ ﴿قد افلح من تزکی﴾ قال یعطى صدقه الفطر ثم یصلی (رویناہ) عن سعید بن المسیب ومحمد بن سیرین وغیرہما من التابعین رضی اللہ عنہم اجمعین.

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۹/۴)

”ابو عالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿قد افلح من تزکی﴾ ”تحقیق اس شخص نے فلاح پائی جس نے تزکیہ حاصل کیا۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے صدقۃ الفطر ادا کرنا پھر بعد میں نماز (عید الفطر) پڑھنا ہے۔ اسی بات کو سعید بن المسیب رحمہ اللہ اور محمد بن سیرین رحمہم اللہ کے علاوہ تابعین رحمہم اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔“

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد اجمع اهل العلم على وجوب الزكاة الفطر. (سنن الکبریٰ: ۱۵۹/۴)

”اہل علم اس بات پر (متفق ہیں) کہ زکوٰۃ الفطر واجب ہے۔“

جمہور فقہاء کے نزدیک:

جمہور فقہاء فرماتے ہیں یہاں پر فرضیت کے معنی وجوب کے ہیں یعنی زکوٰۃ الفطر واجب ہے اور اس فرمانِ الہی کے عموم میں داخل ہے کہ ﴿واتوا الزكاة﴾ (البقرہ: ۱۱۰) ”اور زکوٰۃ ادا کرو۔“

بعض روایات میں فرض کی جگہ امر (حکم) کا لفظ بھی منقول ہے

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رحمہم اللہ سے روایت ہے کہ

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعٍ مِنْ شَعِيرٍ. (صحیح مسلم، کتاب

الزكاة، باب زكاة الفطر، رقم: ۱۵/۹۸۴)

”بے شک رسول اکرم ﷺ نے زکاۃ الفطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، کے نکالنے کا حکم دیا۔“

صاع سے مراد:

صاع سے مراد صاع حجازی ہے جیسا کہ مولانا عبید اللہ مبارک پوری رحمہ اللہ شارح مشکوٰۃ رقم طراز ہیں:

وهو خمسة ارطال وثلاث رطل بغدادی ويقال له الصاع الحجازی لأنه كان مستعملا في بلاد الحجاز وهو الصاع الذي كان مستعملا في زمن النبي ﷺ وبه كانوا يخرجون صدقة الفطر، وزكاة المعثرات وغیرہما من الحقوق الواجبة المقطرة في عهد النبي ﷺ وبه قال مالك والشافعی وأحمد وأبو يوسف وعلماء الحجاز. (مرعاة المفاتيح: ۶/۱۸۸)

”صاع کا وزن ۵ رطل اور ثلاث رطل بغدادی ہے۔ اسی کو صاع حجازی کہا جاتا ہے جو کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں اور حجاز میں مروّج تھا اور عہد رسالت ﷺ میں صدقۃ الفطر اور عشر کا غلہ اور دیگر حقوق واجبہ بصورت اجناس اسی صاع سے وزن کر کے ادا کیے جاتے تھے۔ امام مالک اور شافعی، احمد ابو یوسف علمائے حجاز رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔“

مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ”صاع حجازی کا وزن ۲۳۴

تولے ہوتا ہے۔ جس کے چھ تولے کم تین سیر بنتے ہیں جو اسی (۸۰) سیر کے مطابق ہیں۔ (بخاری مترجم: ۲/۵۳۰)

لیکن دورِ حاضر میں ہر چیز کا وزن کیا جاتا ہے۔ لہذا صاع کی

مقدار کا تعین کرنا مشکل نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
زکوٰۃ الفطر کا مقصد، فلسفہ و حکمت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرَةً لِلصَّائِمِ
مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ وَمَنْ
أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا
بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ مِنَ الصَّدَقَاتِ .

(ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب الزکاة الفطر،

رقم: ۱۶۰۹)

”رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ فطر کو فرض قرار دیا جو کہ روزہ
دار کو لغو باتوں اور گناہوں سے (جو حالت روزہ میں سرزد
ہوتی ہیں) پاک صاف کر دیتی ہے۔ (اس کی ادائیگی کا
فائدہ یہ ہے) کہ مساکین کو کھانا میسر آ جائے (اور وہ بھی
عید کر لیں) جو شخص (فطرانہ) نماز سے پہلے ادا کرے تو اس
کی زکوٰۃ قبول ہوگی اور جو شخص نماز کے بعد ادا کرے تو یہ
عام صدقات کی طرح صدقہ ہو جائے گا۔“

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فرض سے مراد

فیہ دلیل علی أن صدقة الفطر من الفرائض
وقد نقل ابن المنذر وغيره الإجماع علی
ذلك ولكن الحنفية يقولون بالوجوب دون
الفرضية علی قاعدتهم فی التفرقة بین
الفرائض والواجب .

(نبیل الاوطار للشوکانی: ۱۹۰/۴)

”اس حدیث میں لفظ فرض جو اس بات پر دلیل ہے کہ صدقہ
فطر فرائض اسلامیہ میں سے ہے۔ ابن منذر رحمہ اللہ وغیرہ نے
اس پر (فرضیت) اجماع نقل کیا ہے۔ احناف اسے واجب
قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں ان کے قاعدے کے
مطابق فرض اور واجب میں فرق ہے۔ اس لیے اس کو فرض

نہیں بلکہ واجب کا درجہ حاصل ہے۔“

روزہ دار مجسم نیکی ہوتا ہے اور اس کا جسم انسانی ہوتا ہے مگر روح
فرشتوں کی زندگی گزارتی ہے۔ نہ تو غیبت کرتا ہے اور نہ ہی جہالت
کے کام کرتا ہے مگر پھر بھی روزے دار معصوم نہیں ہوتے بلکہ اس سے
انسان ہونے کے ناتے بہت سی غلطیاں اور لغزشیں ہو سکتی ہیں۔ گناہ
اور برائی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ زبان سے بیہودہ لغو باتیں نکل آتی
ہیں۔ اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ہمارے روزوں کو ان نقائص
سے پاک صاف اور مقبول ہونے کے لیے یہ صورت بتائی ہے جس کو
شریعت اسلامیہ نے زکوٰۃ فطر یا صدقہ فطر کے نام سے موسوم کیا
ہے۔

طعمۃ المساکین کا مطلب:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ روزہ داروں کے روزہ کو پاک اور مقبول بنا دیتا
ہے اسی طرح معاشرے میں زکوٰۃ الفطر کے ذریعے محبتوں کی فراوانی
اور مسرتوں کی ارزانی سے معاشرے کے تمام افراد میں بالخصوص
مساکین اور ضرورت مندوں تک پہنچایا جائے وہ بھی عید کے دن عام
مسلمانوں کی طرح خوشی اور مسرت میں شامل ہو جائے۔

حکمت:

زکوٰۃ الفطر کی یہی حکمت ہے کہ غریب و نادار اور مساکین افراد کو
کھانا فراہم ہو جائے اور وہ بھی عید کے روز حاجت مندی سے اور
ذلت سوال سے محفوظ ہو جائیں۔

امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

انما قدر بالصاع لانه يشبع أهل البيت ففیه
غنية معتد بها للفقير ولا يتضرر الانسان
بانفاق هذا القدر غالباً . (حجة الله البالغة:

۵۰۹/۲ تحقیق السید سابق)

”شریعت نے ایک صاع مقدار اس لیے متعین فرمائی ہے
کہ اس سے ایک کنبہ کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ بالعموم اس مقدار
کے صدقے سے انسان کو کوئی مشقت نہیں پہنچتی۔“

زکوٰۃ الفطر کس پر واجب ہے؟

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْحَرِّ وَالْمَمْلُوكِ. (بخاری، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر على الصغير والكبير، رقم: ۱۵۱۲)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صاع جو، یا ایک صاع کھجور کا صدقہ فطر چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام سب پر فرض قرار دیا ہے۔“
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

زكاة الفطر على كل حرّ وعبد وذكر وأنثى صغير وكبير فقير وغنى.

(السنن الكبرى للبيهقي: ۱۶۴/۴)

”صدقہ فطر ہر آزاد، غلام، مرد، عورت، بچے، بڑے، فقیر اور غنی سب پر فرض ہے۔“

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ الفطر مسلمانوں کے افراد پر فرض ہے اور اس میں آزاد، غلام، مرد، عورت، بچے، بڑے بلکہ فقیر، غنی اور شہری اور دیہاتی میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ہر ایک پر صدقہ فطر دینا فرض ہے۔

زکوٰۃ الفطر اور عام زکوٰۃ میں فرق:

زکوٰۃ فطر (فطرانہ) اشخاص پر عائد ہوتی ہے جب کہ دیگر انواع زکوٰۃ مال پر عائد ہوتی ہے۔ اس لیے فطرہ ملکیت نصاب وغیرہ کی کوئی شرائط نہیں۔ اس لیے فقہاء نے اسے اجسام کی زکوٰۃ یا شخص کی زکوٰۃ کہا ہے۔ (فقہ الزکوٰۃ للقرضاوی: ۹۱۸/۲)

زکوٰۃ الفطر میں نصاب کی شرط:

جیسا کہ سابقہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے: العبد الحر یعنی غلام، آزاد حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں فقیر أو

غنی ”فقیر ہو یا مال دار۔“

یعنی سب مسلمانوں پر زکوٰۃ فطر واجب ہے اور یہی موقف ائمہ ثلاثہ اور جمہور سلف کا ہے۔ اور ان ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ الفطر کے وجوب کی شرط صرف اور صرف اسلام ہے اور اسی وجہ سے زکوٰۃ فطر واجب ہوتی ہے۔ (فقہ الزکوٰۃ للقرضاوی: ۹۲۷/۲)

امام شوکانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ

هذا هو الحق لأن النصوص أطلقت ولم تخص غنيا ولا فقيرا، ولا مجال للاجتهاد في تعيين المقدار في الغنى والفقير، وهى التطهرة من اللغو والرفث واعتبار كونه واجداً لقوت يوم وليلة والفقير أمر لا بد منه لأن المقصود من شرع الفطرة إغناء الفقراء في ذلك اليوم.

(نبیل الاوطار: ۱۹۷/۴)

”یہی مسلک درست ہے اس لیے کہ زکوٰۃ الفطر کے سلسلے میں وارد ہونے والی احادیث مطلق ہیں اور ان میں غنی اور فقیر کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور تعین مقدار میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس کی مقدار کا فطرہ ادا کرنے والا مالک ہو اور بالخصوص جب کہ فطرہ کے وجوب کی وجہ یعنی رفث (آلودگی) اور لغو سے تطہیر غنی اور فقیر دونوں میں موجود ہے اور اس کے بارے میں یہاں اعتبار کرنا کہ وہ ایک شب و روز کی خوراک کا مالک ہو ایک ضروری امر ہے۔ اس لیے مقصود شریعت یہ ہے کہ روز عید فطرہ کے ذریعے ہر ضرورت مند کو کچھ نہ کچھ میسر آ جائے۔“

زکوٰۃ الفطر کی جنس:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ. (صحیح البخاری، کتاب الزکاة،

باب صدقة الفطر صاع من الطعام، رقم: ۱۵۰۶)

”کہ ہم فطرہ کی زکوٰۃ ایک صاع اناج یا جو، یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پیڑ یا ایک صاع زبیب (خشک انگور) نکالا کرتے تھے۔“

زکوٰۃ الفطر اس غلہ سے دینا زیادہ اچھا ہے جو عام طور پر مقامی لوگوں کی خوراک ہو مثلاً ہمارے ملک میں سب سے زیادہ چاول استعمال ہوتا ہے لہذا چاول ہی دینا زیادہ بہتر ہے۔

زکوٰۃ الفطر میں کیا قیمت ادا کرنا جائز ہے؟

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زکوٰۃ الفطر میں قیمت ادا کرنا ثابت نہیں۔ لہذا بہتر اور افضل یہی ہے کہ عام معمول کے مطابق کھانے والے غذا سے ہی زکوٰۃ الفطر ادا کریں۔

ائمہ کا موقف جو قیمت ادا کرنے کو ناجائز کہتے ہیں:

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ فطر کی قیمت ادا کرنا خلاف سنت ہے۔ یہی رائے امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کی ہے۔

(المغنی لابن قدامہ: ۳۵۷/۲)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیمت سے فطرہ کی ادائیگی بالکل جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ رسول اکرم ﷺ نے فطرہ میں ادائے قیمت فرض نہیں فرمائی اور حقوق الناس میں قیمت اس وقت جائز ہے جب صاحب حق راضی ہو۔ زکوٰۃ کا کوئی متعین مالک نہیں جس کے راضی کرنے سے جائز ہو۔ (المحلی: ۱۳۷/۶)

قیمت ادا کرنا جائز ہے:

امام ثوری رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیمت سے فطرہ کی ادائیگی جائز ہے۔ یہی رائے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور حضرت حسن بصری کی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ۳۵۳/۲)

عن ابن عون قال سمعت کتاب عمر بن عبد العزيز يقرؤ الى عدی بالبصرة يؤخذ من اهل الديوان من أعطياتهم من كل انسان نصف درهم . (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۴/۳)

”عمون سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا خط بنام عدی والی بصرہ سنا جس میں انہوں نے تحریر کیا تھا کہ (اہل الديوان) سرکاری ملازمین کے عطیات میں سے ہر شخص سے نصف درہم (فطرہ) لیا جائے۔“

عن الحسن قال لا بأس ان تعطى الدراهم في صدقة الفطر . (المصنف ابن شيبه: ۱۷۴/۳)

”حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں درہم کے فطرہ میں دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

ابو اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) صدقہ فطر کھانے کی قیمت سے ادا کیا کرتے تھے۔

(المصنف ابن شيبه: ۱۷۴/۳)

ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب رقم طراز ہیں کہ ہمارے اس دور میں بہ ذریعہ قیمت فطرہ کی ادائیگی زیادہ موزوں ہے بالخصوص ان صنعتی ممالک میں جہاں تمام لین دین نقد کے ذریعے ہوتا ہے بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں یہی طریقہ رائج ہے اور مزید یہ کہ فقراء کو بھی اس طرح فائدہ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے زکوٰۃ الفطر کو طعام سے دو وجہ سے متعین کیا تھا:

۱: پہلی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب میں اس وقت نقد (سکہ) بہت کم تھے اور لوگوں کو غذائی اشیاء دے دینا آسان تھا۔

۲: دوسری وجہ یہ ہے کہ نقد (سکوں) کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جب کہ صاع طعام دینا دینے والے کے لیے باعث سہولت اور لینے والے کے لیے زیادہ فائدہ مند تھا۔

(فقہ الزکوٰۃ للقرضاوی: ۹۴۹/۲)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی زکوٰۃ الفطر میں قیمت ادا کرے تو بازار کے عام نرخ کے مطابق غلہ کی قیمت نکالی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

زکوٰۃ الفطر کب ادا کرنی چاہیے؟

زکوٰۃ الفطر عید کی نماز سے پہلے ادا کرنی چاہیے۔ اگر عید کی نماز کے بعد ادا کی گئی تو صدقہ فطر کا ثواب نہیں ملے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے زکوٰۃ الفطر نماز سے پہلے ادا کیا تو وہ صدقہ فطر مقبول ہوگا اور جس نے عید کی نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام خیرات کے حکم میں ہو جائے گا۔“ (ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب زکاة الفطر، رقم: ۱۶۰۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے زکوٰۃ الفطر نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے پہلے نکالنے کا حکم دیا تھا۔ (بخاری، کتاب الزکاة، باب الصدقة قبل العيد، رقم: ۱۵۰۹) ان دونوں احادیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ فضیلت والا وقت عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کرنا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص عید کے دن سے ایک یا دو دن پہلے بھی ادا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کَانُوا يُعْطَوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بَيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ .

(صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر

على الحجر والمملوك، رقم: ۱۵۱۱)

”عید سے ایک یا دو دن پہلے زکوٰۃ الفطر ادا کرتے تھے۔“

صدقہ فطر کس کو دینا چاہیے؟

صدقہ فطر کا مصرف زکوٰۃ کے مصرف کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبۃ میں مصارف زکوٰۃ بیان کیے ہیں:

(۱) فقیر۔ (۲) مساکین۔ (۳) عاملین زکوٰۃ۔ (۴) تالیف القلوب۔ (۵) گردانیں آزاد کرنے میں۔ (۶) غارمین (مقروض)۔ (۷) فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔ (۸) مسافر۔ (التوبہ: ۶۰)

صدقہ فطر خاص طور پر فقراء، مساکین کو دینا چاہیے۔ یہ مالکی فقہاء کا مسلک ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کا بھی ایک قول ہے اور امام ابن قیم رحمہ اللہ اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے کیوں کہ حدیث میں ہے:

طعمة للمساكين . (فقہ الزکاة: ۲/۹۵۸)

”زکاة الفطر مساکین فقراء کا کھانا ہے۔“

دینی مدارس میں بھی دیا جاسکتا ہے کیوں کہ وہاں غریب مسکین پڑھنے والے طلباء کی تعلیم پر خرچ کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب اللہ ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم عطا فرمائے، آمین۔



ضرورت ہے

۱: ایک دینی ادارے کو نائب منبر کے امور سرانجام دینے کے لیے ایک متشرع، محنتی اور اہل حدیث مسلک سے وابستہ کسی محکمے سے ریٹائرڈ آدمی کی ضرورت ہے۔ ضرورت مند احباب اپنے ہاتھ سے درخواست لکھ کر درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ جواب کے لیے اپنا پتا صاف اور واضح لکھیں۔

(C/o دفتر ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور)

۲: ایک علمی و تحقیقی ادارے کی لائبریری میں بطور نائب لائبریری خدمات انجام دینے والے محنتی، متشرع اور مسلک اہل حدیث سے وابستہ آدمی کی فوری ضرورت ہے۔ اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی درخواست کے ساتھ رابطہ کریں۔

جوابی لفافہ ہمراہ ارسال کریں۔

(دارالدعوة السلفیہ، 31 شیش محل روڈ، لاہور)



عید عہد نبوت میں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت میں عرب نے سال میں عید کے دو دن مقرر کر رکھے تھے جن میں کھیلتے اور خوشی کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ان دو دنوں کی بجائے، جن میں تم عید سمجھ کر کھیلتے ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوسرے دو دن بدل دیئے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔“

اس حدیث سے کئی مسائل ثابت ہوتے ہیں:

۱: خوشی اور مسرت زندگی کا جزو ہے۔ چہرہ میں عبوس، مزاج کی خشکی یہ دیانت داری اور تقویٰ کی نشانی ہے۔ نہ ہی اسلام نے زندگی کے اس انداز کو پسند فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ فداہ ابی و امی بے حد خوش مزاج تھے۔ بچوں تک سے مذاق فرماتے، بوڑھوں سے خوش طبعی کی باتیں کرتے پھر عجیب یہ ہے کہ اس مذاق میں نہ فحش ہوتا نہ جھوٹ۔ بظاہر خوش طبعی اور مذاق ہوتا اور مقصد صحیح ہوتا۔ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے سواری کے لیے اونٹ طلب کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

إنی حاملک علی ولد الناقة .

میں تمہیں اونٹ کے بچے پر سوار کروں گا۔ سائل پریشان ہوا۔ اس نے کہا حضرت ﷺ میں اونٹ کے بچے کو کیا کروں گا۔ حضرت نے فرمایا: هل تلد الجمل الا النوق .

اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

ایک ابا عمیر نامی بچے کی چڑیا مر گئی۔ آپ ﷺ نے مزاحاً فرمایا:

یا ابا عمیر ما فعل النعیر .

ابا عمیر تمہاری چڑیا کو کیا ہوا۔

ہمارے بعض علماء اور صوفی حضرات چہرے کی عبوس کا نام تقویٰ اور زہد سمجھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ بہت خوش مذاق تھے۔ اس کے

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت عرب کے اس خطہ میں وہ ساری برائیاں موجود تھیں جو کسی مٹنے والی قوم میں ہو سکتی ہیں۔ ان میں بت پرستی موجود تھی۔ وہ شرک پر مصر تھے۔ ان کی بد اخلاقیوں اس قدر بڑھ چکی تھیں کہ وہ خود ان سے تنگ آ چکے تھے۔ ان کے اخلاق دو گونہ غلامی کے اثرات تھے۔ ابراہیمی کہلانے کے باوجود خوشی اور غمی کے ایام میں عادات و اطوار میں وہ دوسروں کے نقال اور مقلد تھے۔ ایک طرف ان پر رومن امپائر اثر انداز تھی دوسری طرف فارسی شاہنشاہیت اور یہودی ساہوکاروں کے اثرات اس کے علاوہ تھے۔ عید کے معاملہ میں وہ مجوسی عیدوں کے پابند تھے۔ کسی قوم کی ذلت کی یہ انتہا ہے کہ وہ غم اور خوشی میں دوسروں کی نقال ہو اس کی اپنی قوم اور اپنی تاریخ اس معاملہ میں کوئی راہنمائی نہ کرے یا قومی مآثر کو ویسے ہی چھوڑ چکی ہو۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت:

آنحضرت فداہ ابی و امی کی بعثت نے عرب میں ایک ایسا انقلاب برپا فرمایا جس سے زندگی کے تمام گوشے متاثر ہوئے۔ شرک کی جگہ توحید نے لے لی۔ بت پرستی کی جگہ ایک اللہ کی عبادت کا ذوق پیدا ہوا۔ غلامی کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹنے لگیں۔ حتیٰ کہ فارسی عیدوں کو بھی خیر باد کہہ دیا گیا۔ نوروز کے اثرات سے ذہن پاک ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کے ایک ایک فقرہ پر غور فرمائیے کہ آپ نے ضادید عرب کو کس قدر استقلال بخشا اور انہیں اپنی استقلال سے کس قدر اونچا کر دیا کہ جن کے وہ نقال تھے ان کے مقتدا بن گئے۔

عن انس بن مالک قال لاهل الجاهلیة

یومان فی کل سنة یلعبون فیہما فلما قدم

النبی ﷺ المدینة قال کان لکم یومان تلعبون

فیہا وقد ابدلکم اللہ بہما خیرا یوم الفطر

ویوم الاضحی . (سنن نسائی، ج: ۱، ص: ۱۸۶)

ساتھ طبیعت کا رجحان فحش کی طرف قطعاً نہ تھا۔
لم یکن فاحشا ولا متفاحشا۔

۲: دوسری قوموں کی نقالی قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے۔ حدیث شریف کے الفاظ قد ابدلکم اللہ بہما خیرا سے ظاہر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سابقہ رواج کو یکسر بدل دیا اور قوی استقلال کے لیے ضروری ہے کہ غیر مسلم قوموں کی نقالی اور نساق اور اہل فجور کے تشابہ سے بچا جائے۔ یہی ایسا مقام ہے جہاں عصیت کی ضرورت ہے تو میں اسی طرح قوموں کو ہضم کر جاتی ہیں۔ آج ہمارے ہاں تعلیم یافتہ اور یورپ زدہ طبقہ اسی نقالی کا مریض ہے۔ کوئی فیشن کتنا فبیج کیوں نہ ہو۔ ہمارے نوجوان اور ہماری مستورات فوراً اس پر لپکتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے اس جدت پسندی نے اسلامی رسوم عواید کے ساتھ وابستگی کم کر دی ہے اور اس عصیت کا فقدان ہمیں اسلام کی روح سے بھی نا آشنا کر رہا ہے۔ ہمارے ایک خاص فرقہ نے ملک میں کئی بدعتیں ایجاد کی ہیں۔ اسلام اور ائمہ اسلام کے اسوہ میں اس کی کوئی سند نہیں۔ اس لیے وہ غیر مسلم اقوام کی سنت سے استناد کرتے ہیں۔ حالاں کہ غیر مسلم قوموں کی عادات ہمارے لیے قطعاً اقتداء اور استدلال کے قابل نہیں۔ شب برات کی چراغاں، آتش بازی اور میلاد کے جلوس کسی دینی اساس پر مبنی نہیں اور اب تو یہ عادات تقاحش اور بے حیائی کی حد تک پہنچ رہے ہیں۔ اگر اس تقاحش کو بروقت نہ روکا گیا تو یقیناً مزید خطرات کا موجب ہوگا۔ ۳: جاہلیت کی عیدوں میں عبادت اور ذکر الہی کا کہیں پتا نہیں چلتا۔ زیادہ سے زیادہ اس میں شاعری کی راہ سے زبان کی خدمت ہوتی تھی۔ اور وہ بھی آئندہ جنگ کا پیش خیمہ ہوتا تھا۔ آنحضرت فدائہ ابی وائی ﷺ نے عید کے موقع پر مختصر سی عبادت و ذکر الہی کا التزام فرمایا۔ مردوں اور عورتوں کو تاکید فرمائی کہ وہ عید کے اجتماع میں شریک ہو جائیں۔ لیکن اس اجتماع کو بھی جاہلی جلوسوں سے ممتاز رکھا۔ بلکہ ہر آدمی انفرادی طور پر مقام عید پر پہنچ کر نماز میں شریک ہو۔ نماز سے فارغ ہو کر انفرادی طور پر واپس گھر پہنچ جائے۔ نہ

جلوس نکلنے کے لیے مقام کا تعین فرمایا نہ جلوس کے اختتام کے لیے کوئی میدان مقرر فرمایا گیا۔ اجتماع کو صرف عبادت تک محدود رکھا۔ اللہم صل وسلم علیہ پورے دن کی مسرت لباس خوراک، خوش طبعی کی انفرادی مجالس تک محدود ہو گئی اور ہنگامہ بپانہ کیا گیا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی بچیاں پرانے جنگلوں کے واقعات کو اشعار اور نظموں کی صورت میں خوش الحانی سے پڑھتی تھیں۔ اس میں بھی مبالغہ آمیزی غلو اور فحش گوئی ممنوع تھی۔ ایک لڑکی نے آنحضرت ﷺ کی نعت میں فرمایا:

وفینا نبی یعلم ما فی غد۔
”ہمارے نبی کل کی باتیں جانتے ہیں۔“ اسے روک دیا۔ چھوٹے بچے نابالغ بچیاں اپنے قومی محاسن اور مشاعر کو نظموں میں پڑھیں، خوش آوازی سے پڑھیں، اس میں کچھ حرج نہیں۔ ملی ذہن کو عبوسیت اور بد مزاجی سے بچانا چاہیے یہی عید کی روح ہے۔

ایک عید بھوک کی یادگار ہے۔ رمضان المبارک خوراک کے غیر معتاد نظام کے ساتھ ختم ہوا۔ اس امتحان میں کامیابی کے بعد ایک دن مسرتوں کے لیے وقف ہو گیا۔ دوسری عید میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی جفاکشی اور ہجرت اور ان مصائب میں کامیابی پر مسرت فرمائی گئی۔ اس پاکیزہ خاندان کی وفاداریوں اور صبر آزمائیوں کو تاریخی حیثیت عنایت فرما کر بقاء دوام عطا فرمایا گیا۔

﴿وَتَرْكُنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَّمَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾

(الصفت: ۱۰۸، ۱۰۹)

ملت کو اغیار کی نقالی سے بچایا اور اپنی تاریخ کو عملاً زندہ فرما دیا گیا۔ اکابر کی قربانیاں آنے والوں کے لیے اسوہ اور زندگی کا پیغام بن گئیں۔ عید کے موقع پر اظہار مسرت کے لیے جنگی مشقوں کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ تھوڑے عرصہ کے لیے یہ مشقیں صحن مسجد کی زینت بنیں اور جہاد اور دفاع کے پیش نظر مرد تو اسے دیکھتے ہی تھے عورتوں کو بھی اجازت دی گئی کہ اگر وہ پسند کریں تو اس دلنواز منظر کو ملاحظہ کریں۔

عید کی بات

پروفیسر سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ

لفظ 'عید' کی لغوی تحقیق:

لفظ 'عید' کا لغوی معنی کیا ہے؟

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ مفردات میں لکھتے ہیں:

العید ما يعاود مرة بعد أخرى . (مفردات: ۳۵۲)

یعنی "عید وہ ہے جو بار بار لوٹے۔"

بعض لغوی کہتے ہیں کہ یہ لفظ عادی عود سے مشتق ہے۔ گویا لوگ اس دن کی طرف لوٹتے ہیں۔ یا وہ دن ان کی طرف لوٹ کر بار بار آتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ لفظ "عادة" سے مشتق ہے۔ اس لیے کہ لوگ اس دن کو منانے کے عادی ہوتے ہیں۔

عید اصل میں عود تھا۔ واو ساکن ماقبل مکسور۔ اس لیے واؤ یا سے بدل گئی اور یہ بھی کہا گیا کہ واؤ کو یا سے اس لیے بدلا کہ اسم حقیقی اور اسم مصدری میں حد فاصل کھینچی جاسکے۔

یہ لفظ جاہلی شعراء کے ہاں بھی مستعمل ہے۔ تابط ثرا کا شعر ہے:

يا عيد! مالک من شوق و ابراق

ومرّ طيف، على لاهوال طراق

اسی شعر کی شرح میں ابن انباری لکھتے ہیں:

عید وہ غم عشق ہے جو بار بار حملہ کرے۔

قرآن مجید میں عید کا لفظ یوم مسرت کے معنوں میں مستعمل ہے:

﴿انزل علينا مائدة من السماء تكون لنا عيداً﴾

(المائدة: ۱۱۴)

لسان العرب میں لازہری کا یہ قول منقول ہے:

والعيد عند العرب الوقت الذي يعود فيه

الفرح والحزن .

یعنی "عرب قوم کے ہاں عید اس وقت کو کہتے ہیں جس میں

خوشی یا غم لوٹتا ہے۔"

چچی بات یہی ہے کہ وہ بندگان الہی جن کے سینے رمضان کے مقدس مہینے میں فیضان الہی کے مہیٹ ہوتے ہیں۔ انہیں عید کے روز رمضان کی رحمتوں کے رخصت ہو جانے کا ایک گونہ غم بھی ہوتا ہے اور اپنے فرائض سے سبکدوش ہونے کی خوشی بھی ہوتی ہے۔

مبارک باؤ:

مبارک ہیں وہ انسان جنہیں اس رمضان کے تمام روزے ایماناً واحتساباً رکھنے کی توفیق ہوئی۔

خوش بخت ہیں وہ دل جن پر اس مہینے میں انوار الہی کی پیہم بارش ہوئی۔ ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا ۝﴾

مبارک ہو انہیں جن کی صبحیں اور شامیں قرآن مجید کی تلاوت سے مہکتی رہیں جن کے دن یاد الہی میں بسر ہوئے اور جن کی راتیں تڑپ تڑپ کر اور مضطرب ہو کر دعائیں مانگنے میں بیت گئیں۔

جب تجھے یاد کر لیا صبح مہک مہک اٹھی

جب ترا غم جگا لیا، رات چل چل گئی

سعید ہیں وہ آنکھیں، جو اس کے غم میں اشک بار رہیں اور مقدس

ہیں وہ قدم جو اس کے حضور میں کھڑے کھڑے متورم ہو گئے۔

مبارک ہو ان بندگان الہی کو جن کی جھولیاں اللہ کی رحمتوں سے

بھر گئی ہیں۔

اے رمضان کے عبادت گزار اور شب زندہ دارو! تم آج عید مناؤ۔

تمہیں حق حاصل ہے کہ آج عمدہ لباس پہنو اور اسے عطر میں بساؤ۔

اجاڑ ہو گئے عہد کہن کے میخانے

گزشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہو تم

تم یہ گمان مت کرو کہ اللہ کی رحمتیں تم سے اچک لی گئیں۔ اس کی

رحمتیں اب بھی تم پر سایہ لگن ہیں۔ عید الفطر کی شب کو بھی غنیمت جانو۔

اس رات آسمانوں میں خوشی سے دھوم مچ جاتی ہے۔ خدا فرشتوں سے

عید الفطر کے دن کو بھی غنیمت جانو۔
تمتع من شمیم مرار نجد
فما بعد العشیة من مرار
رمضان کا مہینا کس قدر تیزی سے ختم ہوا:
شہور ینقضین وما شعرنا
بانصاف لمن ولا سرار
وصل کے مہینے ختم ہو جاتے ہیں اور ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ
وہ کب آدھے ہوئے اور کب ختم ہو گئے۔
یوں تو خدا کی صفت رحمان کا ظہور ہر آن اور ہر لمحہ ہو رہا ہے۔ مگر
ان لوبکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا کچھ
اوقات ہیں جن میں تمہارے رب کی طرف سے (روحانی) ہوائیں
چلتی ہیں، تم یقین کرو کہ ان نفحات یزدانی کا لمس ہر درد کا دماں اور ہر
غم کا مداوا ہے۔

اے طیب جملہ علت ہائے ما
حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:
ان هنالك اوقات يحدث فيها
شيء من انتشار الروحانيه في
الارض وسريان قوة مثالية فيها
وليس وقت اقرب لقبول الطاعات
واستجابة الدعوات من تلك
الافاق ففی ادنی سعي حنیئ ینفتح
باب عظیم من انقياد البهيمية للملكيه
کچھ اوقات ہیں جن میں روئے زمین پر ایک روحانیت پھیلتی ہے
اور ایک مثالی قوت سرایت کرتی ہے طاعت اور دعا کی قبولیت کے
لیے ان اوقات سے بہتر کوئی وقت نہیں، ان اوقات میں ذرا سی کوشش
سے بہیمیت ملکیت کے ہاتھوں خوب مطیع و منقاد ہو جاتی ہے۔

سال بھر ان اوقات کی گھات میں رہو
گوش ہش دارید ایں اوقات را
در ربانید ایں چنین نفحات را

پوچھتا ہے، بتاؤ جب مزدور اپنا کام کر چکے تو اس کی جزا کیا ہے؟ وہ
کہتے ہیں، خدایا! وہ پوری پوری اجرت کا مستحق ہے۔ پھر خدا کہتا ہے،
اے فرشتو! تم گواہ رہو، میں نے محمد (علیہ افضل التحیات
وایمنہا) کی امت کے روزہ داروں کو بخش دیا اور جنت ان کے
لیے واجب ٹھہرا دی۔ (اصہبانی)

اسی لیے فرشتے اس رات کو لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) کہتے
ہیں۔ (بیہقی)

اللہ کے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ہمیں خبر دی کہ عید الفطر
کے دن فرشتے راہوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں:
مسلمانو! اللہ کی یادگار میں حاضر ہو جاؤ..... اس خدا کی بارگاہ میں
جس کی نوازشیں تم پر بے حد و بے پایاں ہیں۔ اس نے تمہیں حکم دیا
کہ روزے رکھو اور راتوں کو قیام کرو۔ تم نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔
آج آؤ اور اپنا انعام لے لو۔ جب مسلمان نماز عید سے فارغ ہوتے
ہیں تو فرشتے کہتے ہیں:

مسلمانو! خوش ہو جاؤ۔ اللہ نے تمہیں بخش دیا۔ اب خوش و خرم
اپنے گھروں کو لوٹو۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)
اور خدائے ذوالجلال کہتا ہے۔

فرشتو! تم گواہ رہو۔ ان کی نمازوں اور روزوں سے میں خوشنود
ہوا۔ میں نے اپنی رضا اور نوازش ان کے لیے عام کر دی۔
میرے بندو! تم مجھ سے مانگو، مجھے اپنے عز و جلال کی قسم تم مجھ
سے آج کے دن دنیا و آخرت کی جو بھلائی بھی مانگو گے میں تم کو دوں
گا اور جب تک تم مجھ سے ڈرتے رہو گے میں تمہاری خطاؤں سے
درگزر کرتا رہوں گا۔

مجھے میرے عز و جلال کی قسم! میں تمہیں کبھی رسوا نہ ہونے دوں
گا۔ جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا۔ تم نے مجھے راضی کرنا چاہا، میں تم
سے راضی ہوا۔

اے میرے غلامو! اور اے میرے باندیو! میں نے تمہارے سب
گناہ بخش دیئے اور میں نے تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔
(ابن حبان بیہقی)

عید الفطر ایک اسلامی تہوار

مولانا عبدالحکیم سیف

ابتداء اور آغاز:

رسول اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ مدینہ والوں نے دو دن کھیل کود اور لہو ولعب کے لیے متعین کیے ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا، حضرت! یہ دو دن ہمارے زمانہ جاہلیت سے چلے آ رہے ہیں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

قَدْ أَبْدَلَكُمْ اللَّهُ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ . (ابوداؤد)

”اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دو دنوں کے بدلہ میں ان سے بہتر ایام مسرت و شادمانی کے دن مقرر فرما دیئے ہیں اور وہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر ہیں۔“

اس طرح مسلمانوں کے دو قومی تہوار مقرر ہوئے۔

مقاصد و فوائد عید الفطر:

چوں کہ اسلام کا ہر حکم بہت سے منافع اور دینی و دنیوی فوائد رکھتا ہے۔ اسی لیے اسلامی تہوار کے مقرر کرنے میں بہت سے مقاصد اور فوائد کا خیال رکھا گیا ہے:

۱: عید الفطر یعنی افطار والی عید کے لفظ سے ہی ظاہر ہے کہ اس کا تقرر ماہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد کیا گیا۔ اور اس طرح ان لوگوں کے لیے جنہوں نے پورے ماہ رمضان کے روزے رکھے اور خدا کی عبادت بجالائے اور اس طرح اپنی خطاؤں کی معافی اور درجات کی بلندی کے سامان مہیا کیے۔ یہ عید الفطر ایک مسرت اور خوشی کی تقریب مقرر ہوئی۔ کیوں کہ یہ ہماری عبادتیں اور ریاضتیں، نیکیاں اور بھلائیاں توفیق خداوندی کا نتیجہ ہیں۔ تو کیوں نہ رب العالمین کا شکر ادا کیا جائے۔ تو یہ دو

رکعت نماز کی ادائیگی سجدہ شکر کے طور پر ہے۔

۲: بعض افراد، خاندان، قبیلہ اور ملک کی انفرادی خوشیاں ہوتی ہیں۔ مگر ایک ایسی تقریب کی ضرورت تھی جو تمام مسلمانوں کے لیے یکساں سامان تفریح و خوشی بہم پہنچائے۔ چنانچہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے یہ دو عیدیں (عید الفطر، عید الاضحیٰ) بین الاقوامی اور عالمی خوشیوں کا گہوارہ بن کر آتی ہیں اور ہر ایک کو اپنے دامن مسرت میں جگہ دیتی اور ہر ایک کے لیے بیک وقت سایہ رحمت والفت ثابت ہوتی ہیں۔

۳: مسلمانوں کی یہ عیدیں ہماری دنیوی تقریبات اور ملکی، علاقائی و خاندانی خوشیوں کے برعکس خالص اسلامی تہوار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور اس کے احکام منانے کے طریقے اس بات کے لیے کافی ہیں کہ اس موقع پر غیر شرعی اور فضول رسوم کے لیے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تو یہ عیدیں احکام اسلام کے مظاہرہ اور مسلمانوں کی عظمت کے اظہار کا دن ہے۔ جیسا کہ اس عربی مقولے میں اس بات کو یوں پیش کیا گیا ہے

ليس العيد لمن لبس الجديد
انما العيد لمن خاف بالوعيد
ليس العيد لمن ركب المطايا
انما العيد لمن ترك الخطايا

”کہ عید نئے کپڑے پہننے اور بلند و بالا سواریوں پر سوار ہونے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ گناہوں کو ترک کر کے اللہ کے غضب و قہر سے ڈر کر اسلامی احکام بجالانے والوں کی اصل عید و مسرت ہے۔“

۴: عید الفطر کے موقع پر صدقۃ الفطر کی ادائیگی، غرباء، یتامی اور

رقم الحديث: ۲۰۳۹، قال البانی هذا حديث موضوع، هداية الرواة: ۲/۳۵۶، ۳۵۷)

اے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے اپنا فرض پورا کیا، اور اب وہ گرگڑاتے ہوئے دعائیں مانگنے نکلے ہیں۔ میری عزت وجلال اور بلند مرتبہ اور فضل و کرم کی قسم! میں ان کی دعا قبول کروں گا۔ فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے انہیں بخش دیا۔“

معلوم ہوا کہ یہ دن بڑا باسعادت اور خدائی رحمت و رفعت والا ہے، جس میں خدا کا فیض رحمت عام ہوتا ہے اور مجرموں، خطا کاروں کی عام معافی کا اعلان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان معافی یافتہ لوگوں میں سے فرمائے، آمین۔

مسائل عید الفطر:

نماز عید ادا کرنے سے قبل صدقۃ الفطر ادا کرنا ضروری ہے اور اگر اسے عید نماز سے مؤخر کیا گیا تو قبول نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری)

۱: نیز بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم ایک صاع غلہ صدقۃ الفطر دیتے تھے۔ صاع تقریباً پونے تین سیر ہوتا ہے۔ اور اس غلہ میں سے جسے ہم خود کھاتے ہیں اس قدر نکالنا ضروری ہے۔

۲: ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

صُومُوا لِرُؤُوسِكُمْ وَأَفْطَرُوا لِرُؤُوسِكُمْ.

”کہ چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔“

۳: عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کے لیے جانا اور عید الاضحیٰ سے پیشتر کچھ نہ کھانا سنت ہے۔ (ترمذی)

۴: نماز عید کو کھلے میدان میں ادا کرنا چاہیے۔ بلا عذر شرعی مسجد میں ادا کرنا صحیح نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عید کے روز بارش برسنے کی وجہ سے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید مسجد میں پڑھائی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مساکین کی امداد اس اجتماعی مسرت کو عام کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور باہمی میل ملاپ، ہمدردی و غم خواری کی تعلیم عید الفطر کے موقع پر حاصل ہوتی ہے۔ فقراء کو عید میں شامل کرنے کے لیے ہی یہ حکم ہے کہ صدقۃ الفطر کا پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔

۵: توحید خداوندی کا غلغلہ عام کرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے عید کے موقع پر اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْد کی صدائیں اور آنے جانے کے راستوں کو بدل کر تکبیر کو عام کرنے کی صورتیں اسی لیے ہیں کہ عظمت خداوندی اور دبذبہ ربانی ہمارے رگ و ریشے میں رچ بس جائے اور ہم صحیح معنوں میں توحید اسلام کے ماننے والے اور اس کے عام کرنے کا جوش و ولولہ رکھنے والے بن جائیں۔

فضائل عید الفطر:

عید الفطر کے روز بارگاہ ربانی میں سجدہ شکر بجالانے والے روزہ داروں کے لیے اس روز مغفرت کا عام حکم ملتا ہے۔ اس کے متعلق انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عید الفطر کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے متعلق فرشتوں سے فرماتا ہے:

يَا مَلَائِكَتِي مَا جَزَاءُ أَجِيرٍ وَفِي عَمَلِهِ.

”اے میرے فرشتوں! یہ تو بتاؤ کہ اس مزدور کو جس نے اپنا کام مکمل کر لیا ہو، بدلہ ملنا چاہیے؟“

فرشتے جواب دیتے ہیں:

رَبَّنَا جَزَاءُ هَ أَنْ يُؤْفَى أَجْرُهُ.

”اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کو پورا پورا بدلہ اور اجر دی جائے۔“

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

عَبِيدِيَّ وَأَمَاءِي قَضَوْا فَرِيضَتِي عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوا يَعْجُونَ إِلَى الدُّعَاءِ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكَرَمِي وَعُلُوِّي وَارْتِفَاعِ مَكَانِي لَا جَبِينَهُمْ فَيَقُولُ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ. (مشکوٰۃ باب ليلة القدر،

- ۷: راستے میں آتے جاتے وقت آواز بلند تکبیرات پڑھنا چاہیے۔
۸: نماز عید کو بغیر اذان و تکبیر ادا کیا جاتا ہے اور اس سے پہلے یا بعد میں نماز ادا کرنا صحیح نہیں۔
۹: پہلی رکعت میں سورہ ق یا سورہ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورہ القمہ یا سورہ الغاشیہ کی قرأت کرنا مسنون ہے۔
۱۰: خطبہ عید نماز کے بعد ہونا چاہیے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں احکام الہی بجا لانے اور فرامین نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے، آمین یا رب العالمین۔



دعائے صحت کی درخواست

احباب جماعت، مخلصین دعوت و دین سے گزارش ہے کہ وہ تمام بیماروں، لاچاروں، کمزوروں کے لیے رمضان شریف کے مبارک لمحات میں اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازیں۔ اللہ کریم سب بیماروں کو شفاء کا ملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ جن احباب نے دعا کی درخواست کے لیے کہا ہے یا انہوں نے درخواست نہیں کی۔ اللہ سب کو شفاء سے نوازے، آمین۔ (ایک قاریہ الاعتصام)

مولانا عبدالعزیز راشد کے لیے دعائے صحت جماعت کے مشہور خطیب حضرت مولانا عبدالعزیز راشد فیصل آبادی گزشتہ دنوں سعودی عرب سے بحیریت واپس تشریف لے آئے ہیں اور ان دنوں شدید علیل ہیں۔ احباب ان کے لیے خصوصی دعائے صحت فرمائیں۔ (محمد زبیر عابد شیخوپوری)

ضرورت رشتہ

لڑخی عمر ۲۷ سال، قد ۴ فٹ، تعلیم میٹرک، شیخ برادری کے لیے اہل حدیث مسلک سے وابستہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ فیصل آباد کے رہائشی کوترجیح۔ (رابطہ: 0321-6620930)



وَالْأُولَى أَنْ تُقَامَ فِي الصَّحَرَاءِ وَتُكْرَهُ فِي الْجَامِعِ إِلَّا لِعُذْرٍ . (غنیۃ الطالبین)
”اور درست طریقہ یہی ہے کہ کھلے میدان میں نماز عید ادا کی جائے۔ اور کسی عذر کے بغیر مسجد میں عید ادا کرنا مکروہ ہے۔“
نماز عید میں عورتوں کا شریک ہونا بھی ضروری ہے۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

امرنا ان نخرج الحيض يوم العیدین وذوات الخدور فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعزل الحيض عن مصلاهن قالت امراءه يا رسول الله احدا لنا ليس لها جلباب قال لتلبسها صاحبتهما من جلبابها.

(صحیح بخاری، رقم: ۳۵۱)

”ہمیں آنحضرت ﷺ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ ہم عیدین کے لیے بالغ اور پردہ نشین عورتوں کو بھی نکالیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں شریک ہوں۔ ہاں البتہ حاضرہ عورتیں نماز کی جگہ سے فاصلہ پر ٹھہریں۔ ایک عورت کے اس سوال پر کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے بعض کے پاس چادر تک موجود نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی سہیلی اُسے اپنی چادر میں لپیٹ کر لے آئے۔“

افسوس یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی ان دو مسئلوں (میدان میں نماز عید ادا کرنا اور عورتوں کو شریک عید کرنا) کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کے فرامین کا قطعاً لحاظ نہیں کرتے۔ حالاں کہ انہیں سنت سے محبت اور فرمان نبوی ﷺ کے احترام کا ثبوت دینا چاہیے۔

۵: عید کے روز نئے یا کم از کم صاف ستھرے دھلے کپڑے پہننا اور مردوں کے لیے خوشبو لگانا مسنون ہے۔

۶: عید گاہ میں پیدل جانا اور آتے جاتے راستہ بدلنا بھی سنت ہے۔

کریں گے۔

مولانا افتخار احمد ازہری باہمت اہل علم ہیں جو بہ یک وقت جامعہ بحر العلوم بھی ماشاء اللہ کامیابی سے چلا رہے ہیں اور مجلہ ”بحر العلوم“ کی اشاعت بھی باقاعدگی سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس مجلے کے خاص نمبروں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسی محدث العصر نمبر کو لیجیے، اس کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ لائق مرتب نے اس کے صفحات پر علم و تحقیق کا ایک گستاں سجا دیا ہے۔ فاضل مضمون نگاروں کے بو قلموں افکار کا یہ دلکش مجموعہ ہے۔ سید محبت اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفی خدمات، ان کی تدریسی تگ و دو، ان کی صالحیت، ان کی تقویٰ شعاری، ان کے سماجی دوائر کی وسعت، مختلف لوگوں سے ان کے مراسم، ان کا کتب خانہ، کتب خانے کے مخطوطات، غرض ہر قسم کی معلومات اس نمبر میں موجود ہیں۔ ان معلومات کی یہ خصوصیت ہے کہ انھیں دوام حاصل ہے، یعنی یہ وقتی اور ہنگامی چیزیں نہیں ہیں، ہمیشہ ہر اہل علم اور صاحب تحقیق کے کام آنے والی ہیں۔ اس پیش کش پر ہم مولانا افتخار احمد ازہری کو مبارک باد دیتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ انھیں اس قسم کے مزید خاص نمبر شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے ساتھ قارئین کرام سے بھی ہماری درخواست ہے کہ اس قسم کے علمی ذخائر کو غنیمت جانیں اور ان کے مندرجات سے اپنی معلومات میں اضافہ کریں۔ اس نمبر کی ظاہری حالت بھی قابل دید ہے۔

مضامین کا آغاز حضرت شاہ محبت اللہ راشدی رحمہ اللہ کی آپ بیتی سے ہوتا ہے، جس کا عنوان ہے ”میری علمی و مطالعاتی زندگی“۔ ڈیڑھ سو صفحات میں پھیلی ہوئی یہ آپ بیتی بے حد دلچسپ اور گونا گوں معلومات کا خوب صورت مرقع ہے۔ اسے پڑھنا شروع کریں تو نئی سے نئی باتیں سامنے آتی ہیں۔

بہر کیف ”بحر العلوم“ کا محدث العصر نمبر وقیع مضامین، خوب صورت ٹائٹل، مضبوط جلد، اچھے کاغذ، بہتر کمپوزنگ، عمدہ طباعت کا خوش کن نمونہ ہے۔ آئیے اس کا مطالعہ کریں اور اسے اپنے کتب خانے کی زینت بنائیں۔

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے ”نحوں کا آنا ضروری ہے“

مجلہ بحر العلوم کا محدث العصر نمبر

مقام اشاعت: میر پور خاص (سندھ)

ایڈیٹر: مولانا افتخار احمد ازہری

ضخامت: بڑا سا سائز، ۶۸۰ صفحات

تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

مولانا افتخار احمد ازہری کا شمار صوبہ سندھ کے ممتاز علمائے دین میں ہوتا ہے۔ ایک مدت سے میر پور خاص میں ان کی ”جامعہ بحر العلوم“ جاری ہے، جس میں متعدد فاضل اساتذہ طلباء کو تعلیم دے رہے ہیں۔ یہیں سے ان کا مجلہ ”بحر العلوم“ نکلتا ہے، جسے خالص علمی نوعیت کے دلائل و مضامین کے مجموعے کی حیثیت حاصل ہے۔ اب تک اس کے کئی خاص نمبر معرض اشاعت میں آچکے ہیں۔ ان میں ایک حضرت سید بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کے حالات میں ”شیخ العرب والعجم“ نمبر ہے۔ اس میں سید صاحب ممدوح اور ان کے اسلاف کی علمی اور تصنیفی سرگرمیوں کا تذکرہ ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ اب ”بحر العلوم“ کا نیا شاہ کار ہمارے مطالعہ میں آیا ہے، جس میں راشدی خاندان کی ایک اور بڑی شخصیت حضرت سید محبت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی علمی تگ و تاز کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسے ”محدث العصر“ نمبر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ۶۸۰ صفحات کے اس خاص نمبر میں حضرت شاہ صاحب موصوف کی تحریری، تقریری، معاشرتی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے قارئین کرام کو آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور فاضل ایڈیٹر مولانا افتخار احمد ازہری اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔

بحر العلوم کے اس خاص نمبر کو سید محبت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ، ان کے آبا و اجداد، ان کے اساتذہ اور تعلق داروں کی مستند تاریخ سے تعبیر کرنا چاہیے۔ یہ ایک ایسی دستاویز ہے جس سے لوگ ہمیشہ استفادہ

حصولِ علم کے شائقین کے لیے خوش خبری

مرکز انصار السنۃ میں ایک سالہ

التخصص فی الفقہ والقانون

کے لیے اعلانِ داخلہ

مدارسِ دینیہ سے متخرجین طلبہ میں علمی رسوخ پیدا کرنے کے لیے

..... الفقه المقارن الفقه الواقع القواعد الفقهية
..... القضايا الفقهية المعاصرة القانون الجزائي القانون المدني

جیسے اہم مضامین میں تخصص

..... علمی و تحقیقی مقالہ جات لکھوانے کی مشق اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کی خدمات کامیابی پر سند تخصص
..... طلباء کو ماہانہ 3000 روپے اسکالرشپ شعبہ حفظ قرآن کریم میں داخلہ بھی جاری ہے۔

شروط داخلہ

- ①..... طالب علم کی عمر پچیس (۲۵) سال سے زیادہ نہ ہو۔
- ②..... عصری تعلیم کم از کم میٹرک پاس ہو۔
- ③..... اصلی اسناد مع شناختی کارڈ ہمراہ لائیں۔

انٹرویو کی تاریخ: 24 ستمبر 2011ء

حافظ ثناء اللہ بن عیسیٰ خان المدنی

جامع خالد بن ولید زیر کالونی عقب جنرل ہسپتال لاہور۔ رابطہ: 0334-6292423 / 0345-8030800

دینی و دنیاوی تعلیم کا عالیشان ادارہ جامعۃ الدراسات الاسلامیہ

میں نئے تعلیمی سال کا داخلہ 12 شوال سے 25 سوال تک جاری رہے گا۔

۱: درس نظامی	۲: تحفۃ القرآن	۳: علوم عصریہ
۴: کمپیوٹر کورسز	۵: فتویٰ جات	۶: رمضان میں دورہ جات
۷: بیت المال		

شعبہ
جات

خصوصیات

- ۱: قابل، محنتی، تجربہ کار اساتذہ کی خدمات
- ۲: تعلیم کے ساتھ تربیت پر خصوصی توجہ
- ۳: اشراق و تہجد کی نماز کا باقاعدہ اہتمام
- ۴: ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ
- ۵: وفاق المدارس السلفیہ سے الحاق
- ۶: کمپیوٹر کورسز کے لیے لیب کا انتظام
- ۷: دینی و عصری علوم کی کتب کی مفت فراہمی
- ۸: قیام و طعام علاج و معالجہ بذمہ جامعہ
- ۹: عالیشان عمارت اور تعلیمی ماحول
- ۱۰: ہر بچے کی عبارت پر خصوصی توجہ
- ۱۱: حفظ حدیث کا اہتمام
- ۱۲: دینی و دنیاوی کتب کے مطالعہ کے لیے لائبریری
- ۱۳: فنِ تقریر میں مہارت کے لیے مشق
- ۱۴: بر لب نہر خوب صورت محل و قوع

شیخ الحدیث والنفیس عبدالرشید مجاہد آبادی، رئیس الجامعہ

کینال بینک عزیز پبلی ہرٹس پورہ لاہور - 0300-4639354 - 0300-9491221

25 رمضان المبارک 1432ھ (1221) 26 اگست تا یکم ستمبر 2011ء